فاقم وجهك للدين حنيفا

من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين — حديث

فقہ حنفی

یعنی

وہ رسالہ جس میں فقہ حنفی کی تاریخی حیثیت سے مورخانہ و محدثانہ بحث ہے اور ضمناً امام اعظمؒ اور اُن کے دو نامور شاگردوں (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) اور بعض دیگر اساطین فقہ حنفی (حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ، علقمہ بن قیسؒ، مسروق الہمدانیؒ، اسود النخعیؒ، عمر بن شرحبیل، شریح القاضی، ابراہیم النخعی، حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ عنہم) کے حالات سے بھی التقاط ہے

مرتبہ

نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حاجی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی

رسالہ معارف اعظم گڑھ سے نقل ہو کر

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں طبع ہو ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء

فہرست کتب

علمائے سلف ہماری قومی زبان اُردو کے مشہور مصنف جناب مولانا مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی کی نہایت مقبول تصنیف رجو عربی کے مستند ترین تاریخی کتاب کا تقریباً چھ ہزار صفحات کے عمیق مطالعہ کا نتیجہ ہے) بغرض فروخت موجود ہے۔ اس کتاب سے ایک نظر میں معلوم ہو سکتا ہے کہ اپنے عروج کے زمانے میں مسلمانوں کے اندر علم کا کس قدر ذوق تھا اور مسلمانان علماء کے پبلک اور پرائیویٹ زندگی کی کیا کیفیت تھی۔ مختصر یہ ہے کہ ایسی کتاب دنیا کی کسی زبان میں آج تک نہیں لکھی گئی۔ کتاب کی خوبی صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ بیان اور زبان کی پاکیزگی و شستگی کے ساتھ لکھائی چھپائی بھی نہایت دیدہ فریب قیمت عصہ

آفتابِ رسالت جس میں پیغمبر آخر الزماں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے حالات نہایت صحیح صحیح صاف اور سادہ طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی جلسوں اور مولود شریف کی محفلوں میں پڑھی جائے۔ جس سے عوام الناس کو برکت اور واقفیت حاصل ہو۔ قیمت ۵ ر

ذکرِ حبیب نوشتۂ عالی جناب مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی۔ ان دونوں رسائل میں حضرت ر[illegible] خوش اسلوبی کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔ مضامین کی نفا[illegible] جناب محق لطف اور حسن ظاہری کے کیے[illegible]

نقشِ وفا۔ یہ رسالہ جناب [illegible] بش لکھن صاحبہ کی سنجیدہ قوتِ قلم کا ایک دلکش نقش [illegible] تھ توضیح کی گئی ہے۔ یہ رسالہ بھی انسٹی ٹیوٹ پریس کی ماشاء اللہ دیدہ زیب نظر فریب چھپائی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے قیمت ۱۰ ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً

تاریخ خطیب بغدادی پر جو تبصرہ میں نے لکھا تھا اس کے ضمن میں امام اعظمؒ اور اُن کے دو نامور شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے حالات بھی تاریخ مذکور سے التقاط کر کے لکھے تھے۔ اُسی سلسلے میں اُن جرحوں سے بحث کی تھی جو امام صاحب پر کی گئی ہیں۔ فقہ حنفی کی تاریخی حقیقت سے بھی مورّخانہ و محدّثانہ بحث کی تھی یہ

تبصرہ رسالہ معارف میں شائع ہوا تھا۔ اب مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ حصۂ بالا کو نفع عام کے غرض سے باقی
تبصرہ سے علیحدہ کرکے مستقل رسالہ کی شکل میں شائع
کیا جائے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ تَعَالٰی۔

محمد حبیب الرحمن خاں صدر یار جنگ

حبیب گنج ۱۵ صفر المظفر ۵۴ھ

ابوحنیفہ النعمان بن ثابت

ولادت، حلیہ، علم، عبادت و ورع، وفور عقل زیرکی اور باریک بینی، حق پرستی، استغنا، فقہ ابوحنیفہ، جرح حضرت عبداللہ بن مسعود، علقمہ بن قیس، مسروق الہمدانی، اسود النخعی، عمرو بن شرحبیل، شریح القاضی ابراہیم النخعی، حماد بن ابی سلیمان، فقہ حنفی پر ایک نظر

النعمان[1] بن ثابت، ابوحنیفہ تیمی امام صاحب الرای، فقیہ اہل عراق انس بن مالک کو دیکھا۔[2] عطار بن ابی رباح نافع مولی ابن عمر، حماد بن ابی سلیمان، ہشام بن عروہ، علقمہ بن مرثد وغیرہم سے سماعت حدیث کی۔ عبداللہ بن المبارک، وکیع بن الجراح، یزید بن ہارون، ابویوسف القاضی محمد بن حسن وغیرہم نے اُنسے روایت کی۔ نسب کی بابت منجملہ دیگر مختلف روایتوں کے امام صاحب کے پوتے اسمعیل بن حماد کی روایت ہے کہ ہم ابنای فارس سے ہیں۔ غلامی نے کبھی ہم کو مس نہیں کیا۔

---

[1] واضح ہو کہ خطیب بغدادی نے امام صاحب کے حال میں پورے تو صفحے لکھے ہیں مضمون ذیل میں مذاق حال کے مناسب مضامین اقتباس کر کے لکھے گئے ہیں (شروانی) [2] دیکھو اسکی تائید میں تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی جلد اول، تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر العسقلانی ج الجزء العاشر مرآۃ الجنان امام یافعی، امام یافعی چار صحابہ کرام سے روایت کے قائل ہیں (شروانی)

(اہل البیت اور ری بابی البیت، شروانی)

ولادت ۸۰ھ، حلیہ میانہ قد، خوشرو، خوش لباس، عطر کا استعمال بکثرت کرتے
کہ مکان سے برآمد ہونے پر فضا معطر ہو جاتی، نیک صحبت بڑے کرم کرنے والے۔ اپنے
بھائیوں کے دلی غمخوار، خوش بیانی میں فائق، شیریں آواز، بلند ہمت۔

علم | فقہ خاصکر سیکھی، حماد بن ابی سلیمان کے حلقۂ درس میں ان کے سوا کوئی اور اُستاد کے
سامنے نہ بیٹھتا، دس برس ان کی صحبت میں رہے، ایک موقع پر اپنی جگہ ان کو بٹھا کر حماد باہر
گئے، یہ لوگوں کے سوالوں کا جواب دیتے رہے، ایسے مسئلے بھی آئے جو استاد سے نہ سنے تھے،
اوستاد کی واپسی پر مسائل مذکور خدمت میں پیش کیے جو ساٹھ تھے، اوستاد نے چالیس سے اتفاق
کیا، بیس سے اختلاف، شاگرد نے قسم کھائی کہ ساری عمر حاضر رہوں گا، چنانچہ استاد کی
وفات تک ساتھ رہے، کل زمانۂ رفاقت اٹھارہ برس تھا۔ استاد کے بیٹے اسمٰعیل کہتے ہیں کہ
ایک بار والد سفر میں گئے اور کچھ دن باہر رہے واپسی پر میں نے پوچھا، ابا جان! آپ کو سب سے
زیادہ کس کے دیکھنے کا شوق تھا (ان کا خیال تھا کہیں گے تمہارے دیکھنے کا) کہا ابو حنیفہ کے دیکھنے
کا، اگر یہ ہو سکتا کہ میں کبھی نگاہ ان کے چہرہ سے نہ اٹھاؤں تو یہی کرتا۔

محمد بن فضیل عابد بلخی نے روایت کی ہے کہ ابو حنیفہ نے بیان کیا کہ میں امیر المومنین خلیفہ منصور
کے پاس گیا تو پوچھا تم نے علم کس سے حاصل کیا، میں نے کہا حماد سے انھوں نے ابراہیم نخعی
سے، انھوں نے عمر بن الخطاب، علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن العباس سے۔
منصور نے سنکر کہا خوب خوب۔ ابو حنیفہ تم نے بہت مضبوط علم حاصل کیا، وہ سب کے سب طیبین و
طاہرین تھے، سب پر اللہ کی درود۔

دوسری روایت میں ہے کہ خلیفہ منصور سے عیسیٰ بن موسیٰ نے کہا کہ یہ (ابو حنیفہ) آج

دنیا کے عالم ہیں، پوچھا نعمان! علم کس سے حاصل کیا، جواب دیا، اصحاب عمرؓ سے عمر کا، اصحاب علیؓ سے علی کا، اصحاب عبداللہ سے عبداللہ کا، اور ابن عباسؓ کے زمانہ میں اُن سے بڑھکر عالم روئے زمین پر نہ تھا۔

اعمش نے ایکبار ابو یوسف سے پوچھا تمہارے رفیق ابو حنیفہ نے عبداللہ کا قول "عتق الامۃ طلاقہا" کیوں ترک کیا، جواب دیا کہ اس حدیث کی بنیاد پر جو آپ نے بواسطہ ابراھیم و اسود عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ بریرہ جب آزاد کی گئیں تو اُن کو اختیار دیا گیا۔ اعمش یہ سنکر تعجب میں رہ گئے اور کہا ابو حنیفہ بہت زیرک ہیں، ان اباحنیفۃ لفطن،

عبادت و ورع عبداللہ بن المبارک کا قول ہے کہ میں نے کوفہ پہنچکر پوچھا کہ کوفہ والوں میں سب سے زیادہ پارسا کون ہے، لوگوں نے کہا ابو حنیفہ۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ کوئی پارسا نہیں دیکھا، ما رایت احدا اورع من ابی حنیفۃ۔ تیسرا قول ہے کہ میں نے کسی کو ابو حنیفہ سے زیادہ پارسا نہیں پایا، حالانکہ دُرّوں سے، مال و دولت سے اُن کی آزمائش کی گئی (اپنے زمانہ میں امام صاحب کے سب سے زیادہ عابد و پارسا ہونے کی تائید میں اور بھی متعدد قول خطیب نے نقل کئے ہیں) سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ ہمارے وقت میں کوئی آدمی مکہ میں ابو حنیفہ سے زیادہ نماز پڑھنے والا نہیں آیا، اُن کا یہ بھی قول ہے کہ وہ نماز اوّل وقت ادا کرتے تھے، ابو مطیع کا قول ہے کہ میں قیام مکہ کے زمانے میں رات کی جس ساعت میں طواف کو گیا ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کو طواف میں مصروف پایا، ابو عاصم کا قول ہے کہ کثرت نماز کی وجہ سے ابو حنیفہ کو لوگ میخ (وتد) کہنے لگے تھے۔

شب بیداری و قرآن خوانی یحییٰ بن ایوب الزاہد کا قول ہے کہ کان ابو حنیفۃ

لا ینام اللیل، ابو حنیفہ شب بیدار تھے۔ اسد بن عمر کا قول ہے کہ ابو حنیفہ شب کی نماز میں ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے، ان کے گریہ وزاری کی آواز سنکر پڑوسیوں کو رحم آنے لگتا تھا، ان کا یہ بھی قول ہے کہ یہ روایت محفوظ ہے کہ انھوں نے جس مقام پر وفات پائی وہاں سات ہزار کلام مجید ختم کئے تھے، ابو الجویریہ کا قول ہے کہ صحبت حماد بن ابی سلیمان و محارب بن دثار و علقمۃ بن مرثد وعون بن عبد اللہ و صحبت ابا حنیفۃ فما کان فی القوم رجل احسن لیلاً من ابی حنیفۃ، لقد صحبتہ اشہرا فما منہا لیلۃ وضع فیہا جنبہ۔ میں حماد بن ابی سلیمان، محارب بن دثار، علقمہ بن مرثد اور عون بن عبد اللہ کی صحبت میں بیٹھا ہوں اور ابو حنیفہ کی صحبت میں بھی رہا ہوں میں نے اس جماعت میں کسی کو ابو حنیفہ سے بہتر شب گذار نہیں پایا، میں مہینوں ان کی صحبت میں رہا، اس تمام زمانے میں ایک رات بھی پہلو لگاتے نہیں دیکھا۔

مسعر بن کدام کا قول ہے کہ میں ایک رات مسجد میں داخل ہوا، تو کسی کے قرآن پڑھنے کی آواز کان میں آئی جس کی شیرینی دل میں اثر کر گئی، جب ایک منزل ختم ہوئی تو مجھ کو خیال ہوا کہ اب رکوع کریں گے، انھوں نے ایک تہائی قرآن پڑھ لیا، نصف ختم کیا اسی طرح پڑھتے رہے کہ کلام مجید ایک رکعت میں ختم ہو گیا، میں نے دیکھا تو وہ ابو حنیفہ تھے۔

خارجہ بن مصعب کہتے ہیں کہ خانۂ کعبہ میں چار اماموں نے پورا قرآن پڑھا ہے، عثمان بن عفان، تمیم داری، سعید بن جبیر اور ابو حنیفہ۔ زائدہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے ابو حنیفہ کے ساتھ عشا کی نماز مسجد میں پڑھی آدمی نماز پڑھ کر چلے گئے، ابو حنیفہ کو معلوم نہ ہوا کہ میں مسجد میں ہوں حالانکہ تنہائی میں ایک مسئلہ میں ان سے پوچھنا چاہتا تھا، انھوں نے کھڑے ہو کر نماز میں قرآن مجید پڑھنا شروع کیا، میں انتظار میں کھڑا سنتا رہا کہ

فارغ ہوں تو مسئلہ پوچھوں پڑھتے پڑھتے جب اس آیت پر پہنچے (فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَ وَقٰنَا
عَذَابَ السَّمُوْمِ) تو اس کو بار بار پڑھنا شروع کیا، اسی آیت کی تکرار میں صبح ہو گئی،
یہاں تک کہ مؤذن نے فجر کی اذان دیدی۔ یزید بن الکمیت جو برگزیدہ لوگوں میں سے
ہیں (وکان من خیار الناس) کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف شدید تھا۔
ایک رات امام نے عشا کی نماز میں سورۂ اذا زلزلت پڑھی، ابو حنیفہ جماعت میں تھے جب
نماز ختم کر کے آدمی چلے گئے، تو میں نے دیکھا کہ ابو حنیفہ فکر میں غرق بیٹھے ہیں، تنفس جاری ہے
میں نے دل میں کہا چپکے سے اٹھ چلو، ان کے شغل میں خلل انداز نہ ہو، چنانچہ قندیل
روشن چھوڑ کر میں چلا آیا، اس میں تیل تھوڑا تھا، طلوعِ فجر کے وقت جب میں مسجد میں پھر آیا
تو میں نے دیکھا کہ ابو حنیفہ اپنی ڈاڑھی پکڑے کھڑے ہیں، اور کہہ رہے ہیں، یامن
یجزی بمثقال ذرۃ خیر خیرا ویامن یجزی بمثقال ذرۃ شر شرا، اجر النعمان عبدک
من النار وما یقرب منہا من السوء وادخلہ فی سعۃ رحمتک، اے ذرہ بھر نیکی کا
اچھا بدلہ دینے والے اور اے ذرہ بھر برائی کا برا بدلہ دینے والے اپنے بندہ نعمان کو
آگ سے اور اسکے لگ بھگ عذاب سے بچائیو اور اپنی رحمت کی فضا میں داخل کیجیو۔
میں نے اذان دی، آکر دیکھا تو قندیل روشن تھی اور وہ کھڑے ہوئے تھے، مجھ کو
دیکھکر کہا کیا قندیل لینا چاہتے ہو، میں نے کہا صبح کی اذان دے چکا، کہا جو دیکھا ہے، اس کو
چھپانا، یہ کہکر صبح کی سنتیں پڑھیں اور بیٹھ گئے، میں نے تکبیر کہی تو جماعت میں شریک
ہوئے ہمارے ساتھ صبح کی نماز اوّل شب کے وضو سے پڑھی۔ القاسم بن معین کا
بیان ہے کہ ایک رات ابو حنیفہ نے نماز میں یہ آیت پڑھی (بل الساعۃ موعدھم
والساعۃ ادھی وامرّ) بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے، اور قیامت بڑی آفت اور

بہت تلخ ہے، تمام رات اس کو دہراتے اور شکستہ دلی سے روتے رہے۔
عبادتِ شب اور کلام اللہ کی تلاوت کے متعلق خطیب نے اور بھی بہت سی روایتیں لکھی ہیں، نمونہ کے لیے اوپر کے بیان کافی ہیں، یہ بھی خیال ہے کہ ہم پست ہمت مردہ دل ان کو اپنے حال پر قیاس کر کے مبالغہ اور بے اصل تصور نہ کر بیٹھیں۔
قیس بن ربیع کا قول ہے کہ ابوحنیفہ پرہیزگار، فقیہ محسود خلائق تھے جو اُن کے پاس التجا لیجاتا اس کے ساتھ بہت سا سلوک کرتے، بھائیوں کے ساتھ بکثرت احسان کرتے انھی کا قول ہے کہ ابوحنیفہ مال تجارت بغداد بھیجتے، اس کی قیمت کا مال کو نہ منگواتے سالانہ منافع جمع کر کے شیوخ محدثین کے لئے ضرورت کی چیزیں خریدتے خوراک اور لباس غرض جملہ ضروریات کا انتظام کرتے اس سے جو روپیہ بچتا وہ نقد جملہ سامان کے ساتھ یہ کہکر ان کے پاس بھیجتے کہ اُس کو خرچ کرو اور سوائے اللہ کے کسی کی تعریف نہ کرو اس لئے کہ میں نے اپنے مال میں سے تم کو کچھ نہیں دیا، یہ اللہ کا تمہارے معاملے میں مجھ پر فضل ہے کہ تمھاری قسمت کا نفع ہوا، یہ وہ فیض ہے جو اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے تم کو پہنچاتا ہے، یہ ظاہر ہے کہ جو اللہ بخشے اس میں دوسرے کی قوت کا کیا دخل ہو سکتا ہے۔"

ابو یوسف کا قول ہے کہ ابوحنیفہ ہر سائل کی حاجت پوری کرتے تھے، ابوحنیفہ دربار کے عطیوں سے ہمیشہ بچتے رہے، خلیفہ منصور نے ان کو بدفعات تیس ہزار درہم دیئے انکار میں برہمی کا اندیشہ تھا، کہا امیرالمومنین میں بغداد میں غریب الوطن ہوں اجازت دیجئے کہ خزانۂ شاہی میں یہ رقم میرے نام سے جمع ہوتی رہے، منصور نے منظور کیا، وفات تک یہ رقم خزانے میں رہی، بعد وفات جب منصور نے یہ حال سنا اور یہ بھی سنا کہ

امام صاحب کی حفاظت میں لوگوں کے پچاس ہزار درہم امانت کے تھے جو بعد وفات بجنسہ واپس دیئے گئے، تو اس نے کہا ابو حنیفہ میرے ساتھ چال چل گئے۔ امانت داری مسلم تھی، وکیع کا قول ہے، کان واللہ ابو حنیفۃ عظیم الامانۃ وکان اللہ فی قلبہ جلیلا وکبیرا، واللہ ابو حنیفہ بڑے امین تھے، اللہ کی جلالت اور کبریائی ان کے دل میں بھری ہوئی تھی، ان کا یہ بھی قول ہے کہ جب ابو حنیفہ اپنے بال بچوں کے لئے کپڑے بناتے تو ان کی قیمت کے برابر صدقہ کر دیتے، اور جب خود نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کی برابر شیوخ علما کے لئے لباس تیار کراتے، جب کھانا سامنے آتا تو اول اپنی مقدار سے دو نا نکال کر کسی محتاج کو دیدیتے، صفائی معاملہ اس واقعہ سے معلوم ہوگی، ایک بار کپڑے کے تھانوں میں سے ایک تھان میں نقص تھا، اپنے شریک حفص کو ہدایت کی کہ جب یہ تھان بیچو تو اس کا عیب جتا دینا، وہ بھول گئے سارے تھان بک گئے یہ بھی یاد نہ رہا کہ عیب والا تھان کسکے ہاتھ فروخت کیا ان کو معلوم ہوا تو سارے تھانوں کی قیمت خیرات کر دی خود حفص کے بیٹے علی نے یہ روایت کی ہے۔ ابن صہیب کا قول ہے کہ ابو حنیفہ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے،

عطاء ذی العرش خیر من عطائکم — وسیبہ واسع یرجی وینتظر

انتم یکدر ما تعطون منکم — واللہ یعطی بلا من ولا کدر

عرش کے مالک کی بخشش تمہاری بخشش سے بہتر ہے اور اس کا جو دبہت وسیع ہے کہ سب اس کے امیدوار و منتظر ہیں، تمہاری بخشش کو تمہارا احسان جتانا مکدر کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا میں نہ احسان رکھنا ہے نہ کدورت۔

وفور عقل، ذہن کی اور باریک نظری | یہ عنوان خطیب نے مستقل قائم کیا ہے

عبداللہ بن مبارک نے سفیان ثوری سے کہا کہ اے ابو عبداللہ! ابوحنیفہ غیبت سے کس قدر دور بھاگتے ہیں، میں نے کبھی ان کو کسی کی غیبت کرتے نہیں سنا، سنکر کہا، واللہ ابوحنیفہ کی عقل اس سے بڑھکر ہے کہ وہ اپنی نیکیوں پر ایسی بلا مسلط کریں جو اُن کو فنا کر دے۔ علی بن عاصم کا قول ہے کہ اگر ابوحنیفہ کی عقل روئے زمین کے آدھے آدمیوں کی عقل سے تولی جائے تو اس کا پلہ بھاری رہیگا، خارجہ بن مصعب نے ایک موقع پر ابوحنیفہ کے ذکر کے سلسلے میں کہا کہ میں نے ایک ہزار علما دیکھے ہیں ان میں تین یا چار عاقل پائے، ان میں سے ایک ابوحنیفہ ہیں، یزید بن ہارون کا قول ہے کہ میں نے بہت آدمی دیکھے کسی کو ابوحنیفہ سے زیادہ عاقل زیادہ فاضل اور زیادہ پارسا نہیں پایا، محمد بن عبداللہ انصاری کا قول ہے کہ ابوحنیفہ کی عقل ان کے کلام اور نقل و حرکت سے عیاں ہوتی تھی، کان ابوحنیفۃ یتبین عقلہ من منطقہ، ومشیتہ ومدخلہ ومخرجہ۔

ایک بار ابوحنیفہ خلیفہ منصور کے پاس گئے، حاجب ربیع نے (جس کو ان سے مخالفت تھی) کہا ابوحنیفہ حاضر ہیں جو خلیفہ کے دادا عبداللہ بن عباس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کا قول تھا کہ قسم کھا کر انسان اگر ایک دن یا دو دن کے بعد استثنار کر دے تو جائز ہے، یہ کہتے ہیں کہ نہیں وہی استثنار جائز ہوگا جو قسم کے ساتھ ساتھ کیا جاوے۔ ابوحنیفہ نے کہا، امیرالمومنین! ربیع کا خیال فاسد یہ ہے کہ آپ کی فوج پر آپ کی بیعت کی پابندی نہیں، اس لئے کہ وہ آپ کے سامنے عہد کرتے ہیں، گھر جا کر اس سے استثنار کر لیتے ہیں، لہذا بیعت کا حلف باطل ہو جاتا ہے۔ منصور یہ سنکر ہنس پڑا اور کہا دیکھ ربیع! ابوحنیفہ کے منہ مت لگ۔ باہر نکل کر ربیع نے شکایت کی کہ تم نے تو

میرا خون ہی بہایا تھا، ابوحنیفہ نے کہا تم نے میرے قتل کا سامان کیا تھا، میں نے تم کو بھی بچا لیا، اور اپنی جان بھی بچائی۔ عبداللہ بن المبارک کا قول ہے کہ میں نے حسن بن عمارہ کو دیکھا کہ ابوحنیفہ کی رکاب تھامے ہوئے کہہ رہے تھے، واللہ ہم نے کوئی انسان نہیں دیکھا کہ جو فقہ میں تم سے زیادہ بالغ النظر ہو یا زیادہ صابر ہو یا زیادہ حاضر جواب ہو، تم اپنے وقت کے مسلم پیشوا ہو، تم پر جو اعتراض کرتے ہیں وہ حاسد ہیں۔

حق پر استقامت

سہل بن مزاحم کا قول ہے کہ دنیا ابوحنیفہ کے قدموں پر گری، انھوں نے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا، اس کے لینے پر کوڑوں کے ذریعہ سے مجبور کئے گئے، مگر قبول نہ کیا، دو مرتبہ ابوحنیفہ نے حق کی حفاظت پر جسمانی تکلیفیں برداشت کیں، اول مرتبہ بنو امیہ کے زمانے میں، جب ابن ہبیرہ عامل کوفہ نے کوفہ کی قضا کا عہدہ قبول کرنے پر ان سے اصرار کیا، انکار پر سو کوڑے لگوائے، بالآخر چھوڑ دیا۔ ہر روز دس کوڑے مارے گئے، ایک دن کوڑے لگنے کے دوران میں روئے، چھوٹنے کے بعد رونے کا سبب کسی نے پوچھا تو کہا کہ مجھ کو اپنی والدہ کے صدمہ کا خیال آیا جو کوڑوں سے زیادہ ایذا رساں تھا، اس پر رو دیا۔ احمد بن حنبل اپنی مصیبت کے بعد جب ابوحنیفہ کی مصیبت کا ذکر کرتے رو دیتے اور ان کے لئے رحمت کی دعا کرتے، دوسری مرتبہ خلیفہ منصور نے اسی عہدہ کے قبول کے لئے بغداد بلایا اور اصرار کیا ابوحنیفہ انکار کرتے رہے، خلیفہ نے قسم کھا کر کہا کہ کرنا ہوگا، انھوں نے انکار پر قسم کھائی، یہ بھی مکرر ہوا۔ حاجب ربیع نے موقعہ پا کر کہا کہ ابوحنیفہ امیر المومنین بار بار قسم کھاتے ہیں، پھر بھی تم انکار کئے جاتے ہو۔ جواب دیا: امیر المومنین کو قسم کا کفارہ دیدینا مجھ سے زیادہ آسان ہے۔ بالآخر منصور نے قید کا حکم دیدیا، دوران قید میں ایک دن بلا کر پھر

فرمائش کی انھوں نے کہا، اصلحک اللہ امیرالمومنین ما انا اصلح للقضاء، خدا امیرالمومنین کا بھلا کرے، میں عہدۂ قضا کی صلاحیت نہیں رکھتا، منصور نے کہا تم جھوٹے ہو، جواب دیا خود امیرالمومنین نے میری تصدیق کر دی کہ مجھ کو جھوٹا کہا اگر میں فی الواقع جھوٹا ہوں تو عہدۂ قضا کے قابل نہیں اور اگر سچا ہوں تو میں کہہ چکا کہ مجھ میں یہ صلاحیت نہیں، منصور نے یہ سنکر پھر قید خانہ بھیجدیا، اسی قید خانہ میں چھ دن علیل رہکر ۱۵۰ھ میں وفات پائی، ستر برس کی عمر تھی، ابن جریج نے خبر وفات سنکر انا للہ پڑھی، اور کہا ای علم ذهب. کیسا علم اُٹھ گیا۔

فقہ ابوحنیفہ اس کا بھی مستقل باب ہے۔

حدیث:- لا تقوم الساعة حتی یظهر العلم کی تفسیر میں حسن بن سلیمان نے کہا ہے کہ وہ علم ابوحنیفہ کا علم ہے، اور وہ شرح جو انھوں نے احادیث کی کی ہے۔ خلف بن ایوب کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا، آپ نے صحابہ کو پہنچایا صحابہ نے تابعین کو تابعین کے بعد ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب کو ملا اس پر کوئی خوش ہو یا ناراض ابن عیینہ کا قول ہے کہ میری آنکھ نے ابوحنیفہ کا مثل نہیں دیکھا۔

ایک موقع پر عبداللہ بن مبارک نے کہا ابوحنیفہ اللہ کی ایک نشانی تھے کسی نے کہا خیر کی یا شر کی، کہا خاموش، شر کے واسطے غایۃ اور خیر کے واسطے آیۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے، یہ کہکر یہ آیت پڑھی "وجعلنا ابن مریم وامہ آیۃ" ابن مبارک کا یہ قول بھی ہے، کوئی مجلس ابوحنیفہ سے زیادہ باوقار نہ تھی، اُن کی شان فقہا کی تھی، نیک طریقہ، خوبصورت، خوش لباس تھے، ہم ایک روز جامع مسجد میں تھے، ایک سانپ ابوحنیفہ کی گود میں آپڑا، لوگ ڈر کر بھاگ گئے، ان کو میں نے دیکھا کہ بدستور بیٹھے رہے، سانپ

کو جھٹککر پھینکدیا، ان کا یہ قول بھی ہے کہ اگر اللہ نے میری مدد ابو حنیفہ اور سفیان کے ذریعے سے نہ کی ہوتی تو میں عام آدمیوں کی طرح ہوتا، لولا ان اللہ اغاثنی بابی حنیفۃ وبسفیان کنت کسائر الناس، عبداللہ بن مسعود کے پڑوتے قاسم سے کسی نے کہاکہ کیا تم ابو حنیفہ کے تلامذہ میں داخل ہونا پسند کرتے ہو، جواب دیا ان کی محفل سے زیادہ فیض رساں کوئی مجلس نہیں ہے، چلو تم بھی چلکر دیکھ لو، چنانچہ وہ شخص ان کے ساتھ گیا، مجلس میں بیٹھا تو وہیں کا ہو رہا اور کہا میں نے اس سے بہتر صحبت نہیں پائی۔

عبداللہ بن المبارک کا قول ہے کہ میں اوزاعی سے ملنے شام گیا بیروت میں اُن سے ملاقات ہوئی، مجھ سے کہا کہ اے خراسانی کوفہ میں یہ کون بدعتی پیدا ہوا ہے، یہ سنکر میں مکان پر آیا، ابو حنیفہ کی کتابیں نکالیں اور ان میں سے چیدہ چیدہ مسائل چھانٹ کر نکالے، اس میں تین دن لگ گئے، تیسرے روز ان کے پاس پھر گیا وہ مسجد کے مؤذن بھی تھے، امام بھی، میرے ہاتھ میں کتاب دیکھکر کہا یہ کیا ہے، میں نے ہاتھ بڑھاکر حوالہ کردی، انھوں نے ایک مسئلہ پر نظر ڈالی جسپر لکھا تھا، قال النعمان، اذان کہکر کھڑے کھڑے پہلا حصہ پڑھ لیا، پڑھ کر کتاب آستین میں رکھ لی، پھر تکبیر کہکر نماز پڑھی، نماز پڑھکر کتاب نکالی اور سب پڑھ لی، دیکھکر کہا یہ نعمان بن ثابت کون ہیں، میں نے کہا ایک شیخ ہیں، جن سے عراق میں ملاقات ہوئی تھی، کہا بڑی شان کے شیخ ہیں، جاؤ اور اُن سے بہت سا فیض حاصل کرو، میں نے کہا یہ وہی ابو حنیفہ ہیں جن سے مجھ کو آپ نے روکا تھا، مسعر بن کدام کا قول ہے لوگوں میں صرف دو آدمیوں پر مجھکو حسد ہے، ابو حنیفہ پر اُن کے فقہ کی وجہ سے اور حسن بن صالح پر اُن کے زہد کی وجہ سے۔

ابراہیم سے روایت ہے کہ ایک بار ہم مسعر بن کدام کے پاس بیٹھے تھے کہ ابو حنیفہ

دہاں سے گذرے، تھوڑی دیر ٹھہر کر مسعر کو سلام کیا، اور چلے گئے۔ کسی نے کہا ابوحنیفہ کس قدر جھگڑالو ہیں، یہ سنکر مسعر سنبھلکر بیٹھ گئے، اور کہا سمجھ کر بات کرو، میں نے ابوحنیفہ کو جس کسی سے بحث کرتے دیکھا انہی کو غالب پایا، اسرائیل کا قول ہے کہ نعمان اچھے آدمی تھے، اُن سے زیادہ کسی کو وہ حدیثیں یاد نہ تھیں جن میں فقہ ہے، نہ ان سے زیادہ کسی نے کاوش کی تھی، نہ اُن سے زیادہ حدیث کی فقہ کا کوئی جاننے والا تھا، انھوں نے حدیثیں حماد سے یاد کی تھیں، اور خوب یاد کی تھیں، اسی لئے خلفاء امراء وزراء نے ان کی عزت کی، جو شخص فقہ میں ان سے بحث کرتا اس کی جان مشکل میں پڑجاتی۔ مسعر کا قول تھا کہ جو کوئی اپنے اور اللہ کے درمیان ابوحنیفہ کو واسطہ کریگا، مجھکو امید ہے کہ اس کو خوف نہ ہوگا اور اُس نے احتیاط کا حق ادا کردیا ہوگا۔ عبدالرزاق کا بیان ہے کہ ہم معمر کے پاس تھے کہ ابن المبارک پہنچے، ان کے آنے پر معمر نے کہا، میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو فقہ پر ابوحنیفہ سے زیادہ معرفت کے ساتھ کلام کرسکے، یا ان سے زیادہ قیاس پر اور لوگوں کے لئے فقہ کی راہیں کھولنے پر قادر ہو، نہ میں نے ان سے زیادہ کسی کو اسپر خائف پایا کہ اللہ کے دین میں کوئی بات بے تحقیق داخل کریں، ابوجعفر کا قول ہے کہ میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ فقیہ اور پارسا کسی کو نہیں دیکھا، فضیل بن عیاض کا قول ہے، ابوحنیفہ مرد فقیہ تھے فقہ میں معروف پارسائی میں مشہور، بڑے دولتمند، ہر صادر وارد کے ساتھ بہت سلوک کرنے والے، شب و روز صبر کے ساتھ تعلیم میں معروف رہتے رات اچھی گذارنے والے، خاموشی پسند، کم سخن، جب کوئی مسائلہ حلال یا حرام کا پیش آتا تو کلام کرتے اور ہدایت کا حق ادا کردیتے، سلطانی مال سے بھاگنے والے، ابن صباح نے ابن مکرم کی حدیث

فضیل بن عیاض کا یہ قول اور زیادہ کیا ہے جس وقت کوئی مسئلہ ان کے سامنے آتا تو اس کے باب میں اگر کوئی صحیح حدیث ہوتی تو اس کی پیروی کرتے، اگرچہ وہ صحابہ یا تابعین کی حدیث ہوتی ورنہ قیاس کرتے اور بہت اچھا قیاس کرتے، ابو یوسف کا قول ہے کہ میں نے حدیث کے معنی یا حدیث کے فقہی نکات جاننے والا ابوحنیفہ سے زیادہ نہیں دیکھا ان کا یہ بھی قول ہے کہ میں نے جس مسائل میں ابوحنیفہ سے مخالفت کی اور پھر غور کیا تو مجھکو معلوم ہوا کہ انکا مذہب آخرت کی نجات کیواسطے زیادہ کارآمد تھا بیں اکثر حدیث کی جانب جھکتا حال یہ تھا کہ وہ حدیث صحیح میں مجھ سے زیادہ بصیرت رکھتے تھے، ان کا یہ بھی قول تھا کہ میں ابوحنیفہ کے لئے اپنے باپ سے پہلے دعا کرتا ہوں، حماد بن زید کا قول ہے کہ میں نے حج کا ارادہ کیا، اور ایوب کے پاس رخصت ہونے گیا، انھوں نے کہا میں نے سنا ہے کہ اہل کوفہ کے فقیہ مرد صالح، یعنی ابوحنیفہ اس سال حج کو آئیں گے، جب ان سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا، ابو بکر بن عیاش کا قول ہے کہ سفیان کے بھائی عمر بن سعید کا انتقال ہوا تو سفیان کے پاس ہم تعزیت کے لئے گئے، مجلس آدمیوں سے بھری ہوئی تھی، عبداللہ بن ادریس بھی وہاں تھے۔ اسی عرصہ میں ابوحنیفہ مع اپنی جماعت کے وہاں پہنچے، سفیان نے ان کو دیکھا تو اپنی جگہ خالی کی، کھڑے ہو کر ان سے معانقہ کیا، اپنی جگہ انکو بٹھایا اور خود سامنے بیٹھے، یہ دیکھ کر مجھ کو سخت غصہ آیا، ابن ادریس نے مجھ سے کہا، کمبخت دیکھتا نہیں، ہم یہانتک بیٹھے رہے کہ آدمی متفرق ہو گئے، اب میں نے سفیان سے کہا کہ اے ابوعبداللہ آج آپنے ایک ایسا کام کیا جو مجھ کو برا معلوم ہوا، نیز ہمارے دوسرے ساتھیوں کو، پوچھا کیا بات، میں نے کہا، آپ کے پاس ابوحنیفہ آئے ان کے لئے آپ کھڑے ہوئے اپنی جگہ بٹھایا، ان کے ادب میں مبالغہ کیا یہ ہم لوگوں کو ناپسند ہوا۔ کہا تم کو یہ کیوں ناپسند ہوا، وہ علم میں ذی مرتبہ شخص ہیں، اگر میں ان کے علم کے لئے نہ اٹھتا تو ان کے سن و سال

کے لیئے اُٹھتا اور اگر ان کے سن دسال کے لیئے نہ اُٹھتا توان کی فقہ کے واسطے اُٹھتا، اگر فقہ کے لیئے نہ اُٹھتا توان کے تقویٰ کے واسطے اٹھتا۔ راوی کا بیان ہے کہ انھوں نے مجھکو ایسا ساکت کیا کہ جواب نہ بن آیا۔ ابو سطیع کا قول ہے کہ میں نے کسی محدّث کو سفیان ثوری سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا، ابو حنیفہ ان سے بھی زیادہ فقیہ تھے یزید بن ہارون نے اس سوال کے جواب میں کہ دونوں میں کون زیادہ فقیہ ہے، کہا سفیان ثوری حفظ حدیث میں بڑھے ہوئے ہیں، ابو حنیفہ فقہ میں ایسا ہی ایک قول ابو عاصم نبیل کا ہے۔

ابن المبارک کا قول ہے کہ اگر حدیث معلوم ہو اور رائے کی ضرورت ہو تو مالک، سفیان اور ابو حنیفہ کی رائے ماننی چاہیئے۔ ابو حنیفہ کی نظر زیرکی میں ان سب بہتر اور باریک تر ہے، فقہ میں زیادہ گہری جاتی ہے اور وہ ان تینوں میں زیادہ فقیہ ہیں، ان کان الاثر قد عرف واحتیج الی الرای فرای مالك وسفیان وابی حنیفۃ، وابو حنیفۃ احسنھم وادقھم فطنۃ واغوصھم علی الفقہ وھو افقہ الثلاثۃ۔

محمد بن بشر کا قول ہے کہ میں ابو حنیفہ اور سفیان ثوری دونوں کے پاس جاتا تھا، جب ابو حنیفہ کے پاس جاتا پوچھتے کہاں سے آئے، سفیان کا نام سنکر کہتے، تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ اگر آج علقمہ اور اسود زندہ ہوتے تو سفیان کے محتاج ہوتے۔ جب سفیان سوال کے جواب میں سنتے کہ ابو حنیفہ کے پاس سے آیا ہوں، تو کہتے تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو جو روئے زمین پر سب سے زیادہ فقیہ ہے۔ عبد اللہ بن داؤد الخریبی کا قول ہے کہ اہل اسلام پر واجب ہے کہ نماز کے بعد ابو حنیفہ کے حق میں اس حفاظت کے صلے میں جو انھوں نے سنّت اور

فقہ کی کی ہے، دعا خیر کریں۔ نضر بن شمیل کا قول ہے کہ لوگ علم فقہ سے غافل تھے، ابو حنیفہ کی عقدہ کشائی تشریح و تلخیص نے چونکا دیا۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ میں نے یحییٰ القطان کو کہتے سنا، ہم اللہ کا نام لے کر جھوٹ نہ بولینگے، ہم ابو حنیفہ کی رائے میں سے اکثر چیزیں اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ بھی ان کا قول یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ ہم خدا کا نام لیکر جھوٹ نہ بولیں گے، ابو حنیفہ سے بہتر رائے ہم نے کسی کی نہیں پائی، اور ہم نے ان کے اکثر اقوال اختیار کر لئے ہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید قطان فتوی میں کوفیوں کے قول کی جانب جاتے تھے، اور کوفیوں کے اقوال میں سے ابو حنیفہ کا قول لیتے تھے، اور اُن کے معاصروں میں سے ان کی رائے کا اتباع کرتے تھے۔ امام شافعی کے حسب ذیل اقوال فقہ حنفی کے متعلق نقل کئے ہیں:

الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ	لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے محتاج ہیں
مارأیت افقہ من ابی حنیفۃ	میں نے ابو حنیفہ سے بڑھکر فقیہ نہیں دیکھا

جو شخص فقہ میں متبحر ہونے کا ارادہ کرے وہ ابو حنیفہ کا محتاج ہے،

کان ابو حنیفۃ ممن وفق لہ الفقہ	ابو حنیفہ ان لوگوں میں سے تھے جنکو فقہ میں حق کے ساتھ موافقت بخشی گئی ہے

جو شخص فقہ سیکھنا چاہے اسکو ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کا دامن پکڑنا چاہیئے، اس لئے کہ سارے انسان فقہ میں ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ میرے نزدیک قرأت حمزہ کی قرأت ہے اور فقہ ابو حنیفہ کی فقہ ہے۔ سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ میرا گمان یہ تھا کہ دو چیزیں کوفے کے پل کے اُدھر نہ جائینگی، مگر وہ آفاق پر چھا گئیں، حمزہ کی قرأت اور ابو حنیفہ کی رائے۔ (۴)

جعفر بن الربیع کا قول ہے، پانچ سال میں ابو حنیفہ کے پاس رہا اُن سے زیادہ خاموش آدمی میں نے نہیں دیکھا، جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو اس وقت کھلتے اور سیل دریا کی طرح رواں ہو تے حکم بن ہشام الثقفی سے کسی نے ابو حنیفہ کی نسبت رائے پوچھی تو انھوں نے کہا۔ ابو حنیفہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے نہیں نکالتے تھے جب تک کہ وہ خود اسی دروازہ سے نہ نکل جائے جس سے وہ داخل ہوا تھا۔ وہ بہت بڑے امین تھے، ہمارے سلطان نے چاہا کہ اُن کو خزانے کی کنجیاں سپرد کر دے نہ ماننے کی صورت میں دُرّوں کی دھمکی دی، انھوں نے انسانی عذاب کو بمقابلہ اللہ کے عذاب کے پسند کیا۔ ابن مزاحم کا قول ہے، ابو حنیفہ اکثر یہ کہا کرتے تھے،

اللھم من ضاق بنا صدرہٗ فان قلوبنا قد اتسعت لہ (بار الہا جو لوگ ہماری طرف سے تنگدل ہیں ہمارے دل ان کے لئے کشادہ ہیں) حسن بن زیاد اللولوی کا قول ہے، میں نے ابو حنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہمارا قول رائے ہے اور وہ ہماری قدرت کی بہترین صورت ہے، جو اس سے بہتر بیان کرے، وہ ہم سے زیادہ باصواب ہے۔ وکیع کا قول ہے کہ ایک روز میں ابو حنیفہ کے پاس گیا تو وہ سر جھکائے ہوئے غور کر رہے تھے، مجھ کو دیکھ کر کہا، کہاں سے آئے میں نے کہا شریک کے پاس سے، یہ سنکر سر اُٹھایا اور یہ شعر پڑھے،

ان یحسدونی فانی غیر لائمھم ۔۔۔ قبلی من الناس اھل الفضل قد حسدوا

فدام لی و لھم مابی و مابھم ۔۔۔ ومات اکثرنا غیظا بما یجد وا

اگر لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو کریں میں ان کو ملامت نہیں کرنے کا، مجھ سے پہلے بھی انسانوں میں اہل فضل پر حسد کیا گیا ہے، وہ اپنے حال پر قائم رہیں، میں اپنے

حال یہ ہے ہم میں سے اکثر حالات پر غصہ کھا کر مرگئے ہیں۔ یہ بیان کرکے وکیع نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ شریک کی طرف سے کوئی بات ابو حنیفہ کے کان تک پہنچی تھی۔

ایک اور قول جو اس موقع کے مناسب ہے ہم تاریخ خطیب کے ایک دوسرے مقام سے (امام ابو یوسف کے حالات میں سے) یہاں نقل کرتے ہیں:

ایک روز وکیع کی مجلس میں کسی نے کہا ابو حنیفہ نے خطا کی، وکیع نے کہا ابو حنیفہ کس طرح خطا کر سکتے ہیں، حالانکہ ابو یوسف و زفر جیسے صاحب قیاس، اور یحییٰ بن زائدہ اور حفص بن غیاث اور حبان اور مندل جیسے حافظان حدیث، اور القاسم بن معن جیسے لغت اور ادب کا جاننے والا، اور داؤد طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زاہد و پارسا ان کے ساتھ ہیں جس کے ایسے ہمنشین ہوں وہ غلطی نہیں کر سکتا، اگر کبھی غلطی کر جائے اس کے جلیس رد کر دینگے۔

جرح | ۴۴ صفحات پر مناقب بیان کرنے کے بعد خطیب نے وہ اقوال لکھے ہیں جو امام صاحب کے خلاف کہے گئے ہیں، ان اقوال کو نقل کرنے سے پہلے خطیب نے یہ تمہید بیان کی ہے:

والمحفوظ عند نقلة الحديث عن هؤلاء المذكورين منهم في ابي حنيفة خلاف ذلك وكلامهم فيه كثير لامور شنيعة حفظت عليه يتعلق بعضها باصول الديانات وبعضها بالفروع. نحن ذاكروها بمشية الله ومعتذرون على من وقف عليها وكره سماعها بان ابا حنيفة عندنا مع جلالة قدره اسوة غيره من العلماء الذين دوّنا ذكرهم في هذا الكتاب واوردنا اخبارهم

وھکینا اقوال الناس فیھم علی تباینھا واللہ الموفق للصواب ،

(ناقلانِ حدیث کے یہاں ائمۂ مذکورین کے ایسے اقوال بھی ابوحنیفہ کے متعلق محفوظ ہیں جو بیانِ بالا کے خلاف ہیں، اور انھوں نے ان کی بابتہ کلام بہت کیا ہے، اس کلام کے باعث وہ امور شنیعہ ہیں جو ان کے متعلق محفوظ ہیں ان میں سے بعض تو اصول دین کے متعلق ہیں، بعض فروع کے متعلق۔ ہم انشاء اللہ ان کا ذکر کرینگے، جو لوگ اس کو سُنکر ناپسند کریں ان سے ہم معذرت کرتے ہیں کہ ہم ابوحنیفہ کی جلالت قدر کے قائل ہیں تاہم ان کو اس بارہ میں دوسرے علما کی طرح سمجھتے ہیں کہ ان کے خلاف جو باتیں بیان کی گئی ہیں، اُن کو بھی ہم بیان کر دیں جیساکہ ہم نے دوسرے علما کے ذکر میں کیا ہے)

اس تمہید کے بعد اقوال خلاف بیان کئے گئے ہیں جو ۵۵ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، یہ امور شنیعہ جیساکہ خود خطیب نے بیان کیا ہے بعض تو ان میں سے عقائد کے متعلق ہیں، بعض فروع کے متعلق۔

عقائد کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

یہودی، مشرک، زندیق، دہری، صاحب ہوا، اسے کفر سے دو بار توبہ کرائی گئی، مرجیہ جہمی، خلق قرآن کے قائل اصحاب ابوحنیفہ کا اشبہ بالنصاریٰ ہونا۔

فروع کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

خروج علی السلطان، تقیہ کرنا، زنا کا حلال کر دینا، ربوا کا حلال کر دینا، خوں ریزی حلال کر دی، سنن کی کساد بازاری کی، علیٰ ہذا القیاس۔

یہ واضح رہے کہ جرحیں سب کی سب غیر مفسر اور غیر مبین السبب ہیں، ان کے راویوں کی عدالت کی توثیق خطیب نے نہیں کی ہے، یہ دونوں امر اصولاً لازم ہیں۔

مناسب ہو گا کہ امام صاحب پر جو جرحیں کی گئی ہیں اس موقع پر ایک تحقیقی نظر ان پر ڈالی جائے۔ بحث کے دو پہلو ہو سکتے ہیں، نقلی و عقلی۔ نقلی بحث یہ ہے کہ خود خطیب ان جرحوں کی ذمہ داری لینے پر تیار نہیں۔ چنانچہ ان کے نقل کرنے سے پہلے جو تمہید لکھی ہے وہ اس کی شاہد ہے۔ جرحیں نقل کرنے کی معذرت یہ کی ہے کہ چونکہ وہ روایت کی گئی ہیں اور تمام علما کے متعلق وہ موافق و مخالف امور نقل کرتے آئے ہیں، اسلئے ان اقوال کو بھی نقل کرتے ہیں، اسی کے ساتھ امام صاحب کی جلالتِ قدر کو مانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر مذکورۂ بالا جرحوں میں سے فروع یا عقائد کے متعلق ایک جرح بھی ان کے نزدیک ثابت ہوتی تو جلالتِ قدر درکنار امام صاحب کی قدر بھی ان کے دل میں نہ ہونی چاہئے تھی۔ اس کے علاوہ جرحیں نقل کرنے کے ساتھ ساتھ جابجا ان کے تردیدی اقوال بھی نقل کرتے جاتے ہیں، حالانکہ جرح میں تعدیل کے ذکر کا موقع نہ تھا کہ باب تعدیل و مناقب ختم ہو چکا تھا۔ مثلاً خلق قرآن کے عقیدہ کے روایت بیان کرنے کے بعد امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل کیا ہے، لم یصح عندنا ان ابا حنیفۃ کان یقول القرآن مخلوق، ہمارے نزدیک یہ قول صحیح نہیں کہ ابوحنیفہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے۔ اس کے بعد جوزجانی اور معلی بن منصور کا قول نقل کیا ہے، "یقولان ما تکلم ابوحنیفۃ ولا ابو یوسف ولا زفر ولا محمد ولا احد من اصحابھم فی القرآن وانما تکلم بشر المریسی وابن ابی دؤاد فھؤلاء شانوا اصحاب ابی حنیفۃ، ان دونوں کا قول تھا کہ نہ ابوحنیفہ نے نہ ابو یوسف نے نہ زفر نے نہ محمد نے اور نہ اور کسی نے ان میں سے قرآن میں کلام کیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ بشر مریسی اور ابن ابی دؤاد نے کلام کیا ہے، اور اصحاب ابوحنیفہ کو بدنام۔

خود امام صاحب کا ایک قول نقل کیا ہے۔ ایک بار عبداللہ بن المبارک ابو حنیفہ کے پاس گئے، امام صاحب نے پوچھا کہ تم لوگوں میں یہ کیا چرچا ہو رہا ہے، جواب دیا ایک شخص جہم نامی کا چرچا ہے، پوچھا کیا کہتا ہے، کہا کہتا ہے، القرآن مخلوق، انھوں نے سنکر یہ آیت پڑھی، کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا، جنت اور نار کے غیر موجود ہونے کی جرح نقل کر کے خطیب کہتے ہیں کہ قول بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ خود راوی ابو مطیع اس کا قائل تھا، ابو حنیفہ نہ تھے۔ امام احمد بن حنبل کی طرف جو جرح امام صاحب کے کذاب ہونے کی منسوب ہے، اس کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ آیا ابو حنیفہ ثقہ ہیں، قال نعم ثقة ثقة، کہا ہاں ثقہ ہیں ثقہ ۔ دوسرا قول ان کا یہ نقل کیا ہے، کان ابوحنیفة ثقة لا یحدث الا بما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ، ابو حنیفہ ثقہ تھے، وہی حدیث روایت کرتے جو ان کو بخوبی یاد ہوتی اور جو بخوبی یاد نہ ہوتی، اسکو روایت نہ کرتے۔ ان مراتب پر غور کرنے کے بعد صرف یہی رائے قائم ہو سکتی ہے کہ خطیب نے مخالف اقوال نقل کرنے میں اپنا مورخانہ فرض ادا کیا ہے خود اُن کے وہ قائل نہ تھے، یا یہ کہئے کہ وہ خود ان کی رائے نہ تھی۔

اس کے بعد ہم اصول حدیث کی مستند کتابوں سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔ کتاب المغنی للشیخ طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار کی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو، جو جرح بالا کا جواب شافی ہے۔ یہ واضح رہے کہ یہ نیز بعد کے آنے والے جوابات کسی حنفی کے لکھے ہوئے نہیں ہیں، سب غیر حنفیوں کے ہیں۔ ترجمہ ملاحظہ ہو،

"امام ابو حنیفہ کی طرف ایسے اقوال منسوب کئے گئے ہیں جنسے ان کی شان بالاتر ہے، وہ اقوال خلق قرآن، قدر، ارجا، وغیرہ ہیں،

ہم کو ضرورت نہیں کہ ان اقوال کے منسوب کرنے والوں کے
نام لیں یہ ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ کا دامن ان سے پاک تھا۔
اللہ تعالیٰ کا ان کو ایسی شریعت کا دینا جو سارے آفاق میں پھیل
گئی، اور جس نے روئے زمین کو ڈھک لیا اور ان کے مذہب
وفقہ کا قبولِ عام ان کی پاکدامنی کی دلیل ہے۔ اگر اس میں اللہ تعالےٰ
کا سِرِّ خفی نہ ہوتا تو نصف[2] یا اس کے قریب اسلام ان کی تقلید کے
جھنڈے کے نیچے نہ ہوتا، یہاں تک کہ ہمارے زمانے تک جس کو
ساڑھے چار سو برس ہو چکے، (معلوم ہوتا ہے کہ کاپی نویس نے
تسعمائۃ کو اربعمائۃ کر دیا ہے) ان کے فقہ کے مطابق اللہ
کی عبادت ہو رہی ہے اور اُن کی رائے پر عمل ہو رہا ہے، اس
میں اس کی صحت کی اوّل درجے کی دلیل ہے اور ابو جعفر طحاوی
نے (جو ان کے مذہب کے سب سے زیادہ اخذ کرنے والوں میں
ہیں) ایک کتاب مسمّیٰ بہ عقیدۂ ابو حنیفہ لکھی ہے یہی عقیدہ اہل سنت
کا ہے، (خاکسار شروانی کہتا ہے کہ عقائد نسفی بھی اس کی تائید میں
پیش کیجا سکتی ہے، جو آج عقائد کی مدارِ علیہ کتاب ہے) اس میں کوئی

---

[1] شیخ موصوف نے یہی عبارت مجمع البحار کے خاتمے میں بھی نقل کی ہے۔

[2] ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح میں اپنے زمانے کے (یعنی گیارھویں صدی کے حنفیوں کا اندازہ بہ تبار آبادی روم اور ماوراء النہر اور ہندوستان کے کل اہل اسلام میں دو ثلث ہونے کا کیا ہے اور وہ قرین قیاس ہے۔ (دیکھو کتاب مذکور کا میرے یہاں کا قلمی نسخہ ورق ۱۳ صفحہ دوم)

> عقیدہ ان عقیدوں میں سے موجود نہیں جو ابوحنیفہ کی طرف منسوب
> کئے گئے ہیں۔ طحاوی نے اس کا سبب بھی لکھا ہے کہ کیوں وہ قول
> ان کی طرف منسوب کئے گئے، ہم کو ان کے ذکر کرنے کی اس لئے
> حاجت نہیں کہ ابوحنیفہ کی شان کا آدمی اور ان کا مرتبہ جو اسلام
> میں ہے اس کا محتاج نہیں کہ ان کی طرف سے کوئی معذرت کیجائے۔
> (المغنی صفحہ ۳۴۳، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی، حاشیہ تقریب التہذیب)

خیال بالا کی تائید خود خطیب نے بھی کی ہے، وہ اپنی اصولِ حدیث کی کتاب الکفایہ فی علم الروایہ میں جرح کے قاعدہ کے تحت امام مالک بن انس و امام سفیان ثوری سے شروع کرکے یحییٰ بن معین تک ایک طبقہ قائم کرتے ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں "اور جو اصحاب بلندیٔ ذکر، استقامتِ حال، اور صداقت کی شہرت اور بصیرت و فہم میں اصحاب بالا کی مثل ہوں اُن کی عدالت کی بابتہ سوال نہیں کیا جا سکتا" اسی سلسلے میں یہ روایت لکھی ہے کہ امام احمد بن حنبل سے اسحٰق بن راہویہ کی بابتہ سوال کیا گیا تو جواب میں کہا کہ کیا اسحٰق بن راہویہ کی شان کے آدمی کی نسبت سوال کیا جا سکتا ہے۔ ایسا ہی ایک قول یحییٰ بن معین کا ابوعبید کے بارہ میں روایت کیا ہے، (دیکھو الکفایہ فی علم الروایہ صفحہ ۱۱۳ و ۱۴۴ میرے کتابخانے کا قلمی نسخہ) کتاب مذکور میں خطیب نے یہ روایت کرکے کہ جرح وہی مقبول ہوگی جو مشرح ہو لکھا ہے کہ یہی قول ہمارے نزدیک صحیح ہے، اور یہی مذہب حفاظ حدیث میں اماموں کا ہے، یہ لکھ کر امام بخاری و امام مسلمؒ وغیرہما کے احتجاج کی مثالیں دی ہیں (دیکھو الکفایہ صفحہ ۱۴۲) اب اس قاعدے کی کسوٹی پر اگر ان جرحوں کو آپ کسیں گے جو خطیب نے تاریخ میں امام اعظم کے متعلق غیر مشرح نقل کی ہیں تو صاف عیاں ہوجائیگا

کہ وہ خود ان کے نزدیک قابل قبول نہیں، اس لئے کہ جب اس طبقے کی عدالت سوال سے بالاتر ہے جس میں اسحٰق بن راہویہ ہیں تو امام صاحب کی عدالت تو اس سے بدرجہا بالا تر ہے جب اسحٰق بن راہویہ کی شان کے آدمی کی نسبت بقول امام احمد بن حنبل سوال نہیں کیا جا سکتا ہے تو امام اعظم کی شان تو اس سے بہت زیادہ ارفع ہے۔

شیخ الاسلام سبکی نے کتاب طبقات الشافعیہ میں ایک لطیف بحث جرح و تعدیل کے متعلق لکھی ہے، جسکا خلاصہ یہ ہے: "جرح و تعدیل کا ایک ضروری و نافع قاعدہ ..... ہمارے نزدیک قول صواب یہ ہو کہ جس کی امامت و عدالت ثابت ہوا ور جس کی تعدیل و تزکیہ کرنے والے بہت ہوں، جرح کرنے والے نادر اور اس کا قرینہ ہو کہ سبب جرح تعصب مذہبی وغیرہ ہے تو ہم جرح کی طرف التفات نہ کریں گے۔ تعدیل کو مان لیں گے، ورنہ اگر یہ دروازہ کھولدیا جائے اور ہم جرح کو تعدیل پر علی الاطلاق مقدم کرنا شروع کر دیں تو کوئی امام ائمۂ دین میں سے اس کی زد سے نہ بچیگا اس لئے کہ کوئی امام نہیں جس پر طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو اور اس کی وجہ سے ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔ عبدالبر کہتے ہیں، صحیح اس معاملے میں یہ ہے کہ جس شخص کی عدالت اور علم میں اس کی امامت اور علم کی جانب توجہ ثابت ہو اس کے متعلق ہم کسی کے قول کی جانب التفات نہ کریں گے، مگر اس صورت میں کہ صاف عادلانہ جرح قانون شہادت کے مطابق مستند ہو۔ انکا استدلال یہ ہے کہ سلف میں بعض کا کلام بعض پر رہا ہے بعض حالتوں میں وہ تعصب یا حسد پر مبنی ہے، بعض صورتوں میں تاویل و اختلاف اجتہاد اس کا باعث ہوا ہے، حالانکہ جس کی نسبت کلام کیا جاتا ہے وہ اس سے پاک ہوتا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ تاویل بعضہم

کی بنیاد پر ایک نے دوسرے پر تلوار چلوادی ہے۔

اس کے بعد ابن عبدالبر نے معاصرین کی جماعت کے ایک دوسرے کی نسبت کلام کرنے کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی طرف التفات نہ کیا جائے اسی بحث میں یحیٰی بن معین کی جرح کا ذکر آتا ہے جو امام شافعی پر ہے اور کہا ہے کہ یہ ابن معین کے لئے ناپسندیدہ اور عیب تھا۔ اسی سلسلے میں یحیٰی بن معین کے متعلق امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل کیا ہے

"هو لا يعرف الشافعي ولا يعرف بالقول الشافعي ومن جهل شيئاً عاداه"

وہ نہ شافعی کو جانتے ہیں اور نہ شافعی کے کلام کو سمجھتے ہیں، اور قاعدہ ہے کہ انسان جو نہیں سمجھتا اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔ آگے جاکر لکھتے ہیں کہ کسی نے ابن المبارک سے کہا کہ فلاں شخص ابوحنیفہ پر اعتراض کرتا ہے انھوں نے یہ شعر پڑھا:

حسدوان رأوك فضلك الله　　　　بما فضلت به النجباء

لوگوں نے یہ دیکھ کر تجھ سے حسد کیا کہ اللہ نے تجھ پر وہ نوازش کی جو شرفا پر ہوتی ہے۔

اور یہ وہ اصول ہے جس پر تمام علما کا اجماع ہے چنانچہ ان کا قول ہے کہ جرح جب تک مفسر نہ ہو مقبول نہ ہوگی۔ شیخ الاسلام سید المتاخرین تقی الدین ابن دقیق العید نے اپنی کتاب الاقتراح میں لکھا ہے کہ اعراض المسلمين حفرة من حفر النار وقف على شفيرها طائفتان من الناس، المحدثون والحكام، مسلمانوں کی عزتیں جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہیں جس کے کنارہ پر دو گروہ کھڑے ہوئے ہیں، ایک محدثین دوسرے حکام ہمارے پاس دو اصول ہیں جن کو ہم پکڑے رہیں گے جب تک کہ ان کے خلاف قطعی یقین نہ ہو جائے، ایک اصول اس امام مجروح کی عدالت ہے جس کی عظمت قائم ہو چکی ہے، دوسرا اصول جارح کی عدالت جو جرح کرتا ہے لہذا ایسے امام کی

جرح کی جانب توجہ کیجائیگی نہ اس جرح سے وہ مجروح کیا جائے گا، اس قاعدہ کو
یاد رکھو کہ بہت ضروری قاعدہ ہے"۔ انتہیٰ طبقات الشافعیہ خلاصۃً - جزو اوّل (مطبوعہ
مصر مطبع الحسینیہ ص ۱۸۷-۱۸۸)

امام سبکی کے آخر الذکر قاعدے کی تائید امام نووی نے بھی اپنے رسالہ اصولِ
حدیث التقریب کی نوع الثالث والعشرین میں کی ہے۔ حافظ ابن صلاح نے لکھا ہے
جس کی عدالت اہل نقل یا ان کی امثال اہل علم میں مشہور ہو اس کے ثقہ اور امین ہونے کی
تعریف عام ہو تو اس کی عدالت پر کسی کی شہادت کی ضرورت نہیں۔ یہی مذہب صحیح
شافعی کا ہے، اور اسی پر فن اصول فقہ میں اعتماد ہے۔ ابو بکر خطیب نے یہی قول اہل
حدیث کا نقل کیا ہے اور ایسے بزرگوں کی مثال میں مالک، شعبہ، سفیانین، اوزاعی
لیث، ابن المبارک، وکیع، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین واشباہہم کے نام لئے ہیں۔ صرف
ان لوگوں کی عدالت سے سوال کیا جائیگا جنکا حال مخفی ہو ...... رہی جرح وہ
صرف ایسی مقبول ہوگی جو مشرح ہو اور طالبین کے لئے اس کا سبب بیان کیا گیا ہو
اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اس میں مختلف الخیال ہیں کہ کون سی بات جارح ہے
اور کونسی نہیں۔ ان میں سے کوئی کسی ایسی وجہ کی بنیاد پر جرح کر دیتا ہے جس کا
وہ معتقد ہوتا ہے، حالانکہ فی الواقع وہ وجہ جرح نہیں ہوتی۔ پس لازم ہے کہ
سبب جرح بیان کیا جائے، تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ آیا وہ جرح ہے بھی یا نہیں
یہ کھلا ہوا اصول، فقہ اور اصول فقہ میں مسلّم ہے۔

خطیب نے کہا ہے کہ یہی مذہب حفاظ حدیث میں اماموں کا ہے جیسے کہ
بخاری و مسلم وغیرہما ہیں۔ اسی لئے بخاری نے ایسی جماعت سے روایت کی ہے

جس پران سے قبل جرح ہو چکی تھی ،مثلاً عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی عمل مسلم و ابوداؤد کا ہے ،انتہٰی (مقدمہ ابن صلاح نوع ۲۳)

اصولِ مذکورہ بالا کی بنیاد پر ائمہ رجال نے اپنی کتابوں میں امام اعظم کے متعلق جرح کو غیر مقبول قرار دیکر اس کا نقل کرنا بالکل متروک کر دیا ہے، چنانچہ ذیل کے مستند ائمہ رجال کی کتابیں اس کی شاہد ہیں:

۱۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام اعظم کے صرف حالات و مناقب لکھے ہیں جرح ایک بھی نہیں لکھی۔ جو مختصر مناقب موضوع کتاب کے مطابق لکھ سکے ان کو لکھ کر کہتے ہیں کہ میں نے امام اعظم کے مناقب میں ایک کتاب جداگانہ لکھی ہے۔

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں جرح نقل نہیں کی، حالات و مناقب لکھنے کے بعد ختم کلام اس دعا پر کیا ہے، مناقب ابی حنیفۃ کثیرۃ جداً فرضی اللہ عنہ واسکنہ الفردوس آمین (امام ابوحنیفہ کے مناقب بہت کثرت سے ہیں، ان کی جزا میں اللہ ان سے راضی ہوا ور فردوس میں اُن کو مقام بخشے، آمین"

۳۔ امام ممدوح نے تقریب التہذیب میں بھی کوئی جرح نقل نہیں کی۔

۴۔ حافظ صفی الدین خزرجی نے خلاصۂ تذہیب تہذیب الکمال میں صرف مناقب لکھے ہیں، جرح کا ذکر نہیں، امام صاحب کو امام العراق و فقیہ الامۃ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ واضح ہو کہ خلاصۂ تذہیب تہذیب الکمال کے مطالب چار کتابوں کے مطالب ہیں، خود خلاصہ، تذہیب امام ذہبی، تہذیب الکمال امام ابوالحجاج المزی، اور الکمال فی اسماء الرجال امام عبدالغنی المقدسی۔ اس طرح یہ مسلک جرح و تعدیل کے چار اماموں کا متفقہ مسلک ہے۔

کتاب الکمال کی بابت حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب کے خطبے میں لکھتے ہیں:-

کتاب الکمال فی اسماء الرجال...... من اجل المصنفات فی معرفۃ حملۃ الآثار وضعاً واعظم المولفات فی بصائر ذوی الالباب وقعاً، خطبے کے آخر میں مؤلف الکمال کی بابت لکھا ہے، ھو واللہ العدیم النظیر المطلع التحریر،

تہذیب الاسماء واللغات میں امام نووی نے ساٹھ صفحے امام صاحب کے حالات میں لکھے ہیں جنکا اکثر حصہ تاریخ خطیب بغدادی سے ماخوذ ہے، صرف مناقب لکھے ہیں جرح کا ایک لفظ نقل نہیں کیا۔ مرآۃ الجنان میں امام یافعی شافعی نے امام صاحب کے حالات میں جرح نہیں لکھی، حالانکہ تاریخ خطیب کے حوالے متعدد دیئے ہیں اس سے صاف واضح ہے کہ خطیب کی منقولہ جرح ان کی نظر میں ثابت نہ تھی۔ فقیہ ابن العماد الحنبلی نے اپنی کتاب شذرات الذہب میں صرف حالات و مناقب لکھے ہیں، جرح نقل نہیں کی۔

خلاصہ۔ مذکورۂ بالا مستند پندرہ کتابوں کے (جن میں سے پانچ اصول حدیث کی ہیں، اور دس رجال کی) بیان سے صاف واضح ہے کہ جن اماموں کی عدالت اور جلالت مرتبہ اہل علم و اہل نقل کے نزدیک ثابت ہے، ان کے مقابلے میں کوئی جرح مقبول و مسموع نہیں۔ ایسے ائمہ کا جو طبقہ مثالاً پیش کیا گیا ہے وہ امام مالک سے لے کر امام اسحٰق بن راہویہ تک ممتد ہے۔ اصولِ حدیث کے فیصلے کا ماخذ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی، حافظ ابن عبد البر، شیخ الاسلام ابن دقیق العید کے اقوال ہیں یہ بھی تصریح ہے کہ یہی مذہب و مسلک فن اصول فقہ میں معتمد اور اہل حدیث و حفاظِ حدیث کا مقبول عام مذہب ہے، اسی اصول کے اثر سے متاخرین ائمہ رجال نے امام اعظم کے متعلق جرح کا ذکر اپنی کتابوں میں بالکل متروک کر دیا۔

غالباً اس قدر بحث نقلی پہلو کے اثبات کے لئے کافی ہے۔ نقلی بحث کے بعد عقلی و مورخانہ بحث ملاحظہ ہو:

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ امام صاحب کے متعلق خطیب بغدادی نے جس قدر جرحیں نقل کی ہیں، ان کا مآل کار خود ان کے قول کے مطابق صرف دو پہلو ہیں، اصول دین کے متعلق یا فروع کے متعلق۔ ان جرحوں کا وزن و اثر آپ نقلی بحث میں پڑھ چکے ہیں۔ امام صاحب کے جو حالات و واقعاتِ زندگی خطیب نے نقل کئے ہیں ان کی نسبت کسی کی جرح نقل ہی نہیں کی، لہذا وہ واقعات و حالات بجائے خود قائم ہیں۔ کسی تاریخی ہستی کی نسبت رائے قائم کرنے کی مضبوط ترین بنیاد اس کے واقعات و حالات ہو سکتے ہیں، اسی اصول پر ہم یہاں بحث کرتے ہیں۔

امام صاحب کے جو حالات خطیب نے لکھے ہیں، ان سے صاف واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنے معاصرین میں بہت سے اوصاف کے لحاظ سے فائق تھے۔ سب سے بڑا شرف ان کی تابعیت تھی، اس کے بعد ان کی وہ عقل و فہم تھی جو قدرت نے ان میں مہماتِ دین حل کرنے اور نکاتِ شریعت سمجھنے کی ودیعت رکھی تھی۔ دیکھو خطیب نے ان کی "وفورِ عقل، تیز فہمی و باریک نظری" کے بیان کے لئے جداگانہ باب قائم کیا ہے۔ علی بن عاصم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر ابوحنیفہ کی عقل نصف اہل دنیا کی عقل سے تولی جاتی تو ان ہی کا پلہ بھاری رہتا۔ خارجہ ابومصعب ایک ہزار عالموں سے مل کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ان میں جو تین یا چار عاقل تھے ان میں ایک ابوحنیفہ تھے۔ یزید بن ہارون بہت سے انسانوں کو دیکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ عاقل کوئی نہیں پایا، اوپر تم سن چکے کہ امام اعمش نے

ان کی تیز نظری کا اعتراف کیا تھا۔ ان کے کاروبار تجارت کا دائرہ بہت وسیع تھا اس سلسلہ میں ان کی امانت، حوصلہ، حسن معاملہ، تدبیر، وغیرہ اوصاف تاجرانہ کی تصدیق واقعات کرتے ہیں "حسن معاملہ" کا باب مستقل خطیب نے قائم کیا ہے خشیت الٰہی ثابت ہو اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ پارسا اور عابد ہونا ان کا مسلّم ہے۔ حسن معاشرت، پاکیزہ صحبت، جود وسخاوت، بلند نظری، اولوالعزمی، مخلوق کی ہمدردی وغمخواری اظہارِ حق میں جرأت، سلطانی عطایا سے بے نیازی، علم وعلما کی بے غرضانہ خدمت عظیم، اور اس خدمت کی بدولت اپنے استاد امام وقت حماد بن ابی سلیمان کی نظر میں اولاد سے زیادہ عزیز ہونا یہ وہ اوصاف ہیں جن میں کسی نے کلام نہیں کیا۔ انہی اوصاف کے اجتماع نے ان کو معاصرین کے طبقے میں بہت بلند کر دیا تھا، اس کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ وہ محسود الخلائق تھے، اور یہ ان کی محسودیت اس درجے پر پہنچ گئی تھی کہ ان کے حالات میں اس کا ذکر نمایاں و مستقل ہے، قیس بن الربیع ان کے ذکر میں کہتے ہیں، کان ابوحنیفۃ رجلاً ورعاً فقیہاً محسوداً (ابوحنیفہ مرد پارسا فقیہ و محسود تھے) تم حضرت ابن المبارک کا پڑھا ہوا شعر امام مکی کے بیان میں پڑھ چکے جس میں معترض کے اعتراض کا منشا حسد ظاہر فرمایا ہے خود امام صاحب جو شعر پڑھتے تھے وہ شاہد ہیں کہ ان کے پاکیزہ قلب میں حاسدین کے حسد کا صدمہ تھا۔

حسن بن عمارہ کا قول ہے کہ لوگ ابوحنیفہ کی نسبت جو کلام کرتے ہیں۔ ان کا منشا حسد ہے۔ تفقہ میں ان کی فضیلت مسلم تھی۔ حضرت عبداللہ بن المبارک نے حسن بن عمارہ کا وہ قول نقل فرمایا ہے، جو وہ امام صاحب کی رکاب تھامے ہوئے کہہ رہے تھے، اس میں یہ بھی تھا کہ تم سے زیادہ بلیغ کلام فقہ میں کسی نے نہیں کیا۔ امام شافعی کے

اقوال اس بارہ میں آپ پڑھ چکے۔ امام محمد بن حسن کے حالات میں امام احمد بن حنبل کا اعتراف پڑھ چکے کہ دقتِ نظر امام محمد سے حاصل کی۔

ان اوصاف کا دوگونہ اثر ہوا، امام صاحب کی احکام شرعیہ کی تحقیق اور ان کا اجتہاد معاصرین کی فہم سے بالاتر ثابت ہوا۔ فہم کی نارسائی باعث ہوئی اختلاف کا۔ اختلاف نے جرح کا رنگ اختیار کیا اسی پر مبنی ہے، وہ جرح جو اہل حق نے امام صاحب کے متعلق اصول دین و فروع کی بنیاد پر کی ہے۔ تم اوپر اصول حدیث کا مسلّمہ قاعدہ پڑھ چکے کہ اختلاف اجتہاد جس جرح کا منشا ہو وہ جرح نامقبول ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فیصلہ فرما دیا " ومن جھل شیئاً عاداہ"

دوسرا اثر حسد کے رنگ میں نمایاں ہوا، اصول حدیث نے دوسرا فیصلہ یہ صادر کیا کہ جو جرح حسد کے اثر سے ہو وہ بھی غیر مسموع ہے۔

نظر کو بلند تر کیجئے کہ کیا امتِ مرحومہ کا سوادِ اعظم جس کی تعداد کا اندازہ نصف یا دو ثلث اہل اسلام کیا گیا ہے) ایک یہودی زندیق یا مشرک کے تابع ہوگئی اور اپنی دینا و آخرت کو اس کے دامن سے باندھ دیا؟ اگر معاذ اللہ ایسا ہوا تو خود اسلام کے اثر پر کلام کرنا ہوگا۔

کوئی فہم سلیم جو نارسائی یا حسد سے مکدر نہ ہو کبھی باور نہ کرے گی کہ ہزار ہا علمائے ربّانی اس ڈیڑھ ہزار برس کے زمانے میں امتِ مرحومہ میں اس تعلیم کے اثر سے پھلے پھولے جو ایک ایسے شخص کے دل و دماغ سے نکلی جس کے اوصاف جارحین نے بیان کیے ہیں۔ ہمارا قلم بار بار ان کے اعادہ سے تحاشی کرتا ہے علمار ربّانی سے بڑھکر گروہ اولیائے کرام تعلیم بالا پر عمل کر کے مراتب قرب پر فائز ہوئے۔

ولایت کے دو بڑے سلسلوں چشتی اور نقشبندی کے اکابر مذہب حنفی کے پیرو تھے۔
سب سے بالاتر یہ بحث ہے کہ امام محمدؒ سے لیکر علامہ ابن عابدین تک فقہا کی ہزاروں کتابیں فروع حنفی ہیں اور امام طحاوی، امام نسفی وغیرہما کی تصانیف عقائد میں حاضر ہیں ان کی بنیاد پر ثابت کیا جائے کہ جو عقائد و مسائل مجروحہ امام صاحب کی جانب منسوب کئے گئے ہیں وہ کہاں ہیں۔ آج کروڑوں حنفی مختلف ممالک میں موجود ہیں ان میں سے کوئی خلق قرآن ارجاء وغیرہ عقائد یا حلت زنا وغیرہ مسائل فردی کا قائل ہے؟ جواب یہی ہے کہ ایک بھی نہیں۔
اس سے صاف ظاہر ہے کہ بنیاد جرح یا غلط فہمی ہے یا حسد اور ان دونوں بنیادوں پر جو عمارت قائم ہوگی ظاہر ہے وہ قائم و دیرپا نہیں رہ سکتی تھی۔ چنانچہ یہی ہوا، سوء فہم اور حسد کے غبار کے چھٹ جانے کے بعد اصول حدیث و علم رجال دونوں نے بالاتفاق ان جرحوں کے بے اصل اور غیر مقبول ہونے کا فیصلہ صادر کر دیا۔
موقع ہو کہ اس سلسلے میں فقہ حنفی کی حقیقت سے بھی بحث کیجائے، آپ نے اوپر خلف بن ایوب کا قول پڑھا کہ اللہ تعالیٰ سے علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا، حضرت سید المرسلین سے صحابۂ کرام کو، صحابۂ کرام سے تابعین کو، تابعین سے امام ابوحنیفہ کو۔
حافظ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین عن رب العالمین میں اس کے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے، اس کے مطالب خلاصۃً لکھے جاتے ہیں:
"علمائے امت دو قسم میں منحصر ہیں، ایک حفاظ حدیث . . . جنہوں نے دین کے خزانوں کی حفاظت کی اور اس کے چشموں کو تکدر و تغیر سے پاک صاف رکھا انہی کی کوششوں کا اثر تھا کہ جن لوگوں کی طرف اللہ پاک کی جانب سے بہتری بڑھی وہ پاک چشموں پر وارد ہوئے . . . . دوسری قسم فقہائے اسلام ہیں جنکے اقوال پر مخلوق میں فتوی کا دارمدار ہے، یہ گروہ استنباط احکام کے ساتھ مخصوص ہے، انھوں نے قواعد حلال و حرام کے انضباط کا اہتمام کیا، وہ زمین پر آسمانوں کے تاروں کی مثال ہیں کہ ان کی وجہ سے تاریکی میں

بھٹکنے والے ہدایت پاتے ہیں، کھانے پینے سے بھی زیادہ انسان ان کے محتاج ہیں، اور اُن کی اطاعت نص کے رو سے ماں باپ سے بھی زیادہ فرض ہے، ایک روایت میں، اولی الامر سے مراد علما ہیں، دوسری میں امرا سب سے اوّل سید المرسلین نے تبلیغ کے منصب شریف کو ادا کیا، آپ کے بعد صحابہ نے اس بار کو اٹھایا۔ ان میں بعض صحابہ مکثر تھے، بعض متوسط، بعض مقل صحابہ میں سے جن کے فتوی محفوظ ہیں وہ ایک سو کچھ اوپر تیس تھے، ان میں مرد اور بی بی دونوں شامل ہیں، اُن میں سے جن کے فتوے کثیر ہیں وہ (حضرات) عمرؓ بن خطاب، علیؓ بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، عائشہؓ ام المومنین، زیدؓ بن ثابت، عبداللہ بن عباسؓ، اور عبداللہ بن عمرؓ ہیں ان میں سے ہر ایک کے فتووں سے ایک ضخیم جلد مرتب ہو سکتی ہے۔

مسروق کا قول ہے کہ میں صحابہ کی صحبت میں رہا، ان کا علم چھ[1] کو پہنچا، علیؓ، عبداللہؓ، عمرؓ، زید بن ثابت، ابوالدرداء، اُبیؓ ابن کعب (رضی اللہ عنہم اجمعین) ان چھ کا علم دو کو پہنچا، علیؓ، عبداللہؓ،

یہ بھی مسروق کا قول ہے کہ صحابہ کی مثال پانی کے تالابوں کی ہے، ایک ایسا تالاب ہے جس سے ایک سوار سیراب ہو، ایک ایسا جس سے دس سوار سیراب ہوں، ایک ایسا جس سے روئے زمین کے آدمی سیراب ہو جائیں۔

اعمش، عبداللہ بن مسعود) انھی میں سے ہیں، جن چار سے قرآن حاصل کرنے کا ارشاد نبوی ہوا اور ان میں ابن ام عبد کا نام اوّل لیا، اعمش نے ابراہیم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کسی معاملے میں حضرت عمرؓ و عبداللہ جمع ہو جاتے تھے تو وہ اس کی برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے، اگر دونوں میں اختلاف ہوتا تو عبداللہ کے قول کو زیادہ پسند کرتے، اس لئے کہ وہ زیادہ باریک بیں تھے (لانہ کان الطف)

ابن مسعودؓ کے متعلق (حضرت عمرؓ کا) قول ہے، کنیف ملئ علما۔ علم سے بھرا ہوا ایک

---

[1] امام نودی التقریب اصول حدیث میں لکھتے ہیں، صحابہ کا علم چھ پر منتہی ہوا، عمرؓ، علیؓ، اُبیؓ، زید بن ثابت، ابوالدرداء، ابن مسعود، اس کے بعد ان چھ کا علم علی و عبداللہ پر منتہی ہوا (دیکھو التقریب النوع ۳۳)

پھیلا ہے۔ ابوموسیٰ کا قول ہے کہ عبداللہ کی ایک مجلس میں بیٹھنا ایک سال کے عمل سے زیادہ میرے نفس میں تاثیر کرتا ہے۔ . . . علی بن ابی طالب علیہ السلام کے احکام و فتاوی پھیلے مگر خدا رافضیوں کو غارت کرے انھوں نے ان کا بہت سا علم ان پر جھوٹ باندھکر فاسد کر دیا، اس لئے صحیح روایتوں میں ان کی وہی حدیث یا فتوی معتبر خیال کرتے ہیں جو اہلبیت یا اصحاب عبداللہ بن مسعود کے ذریعہ سے پہنچا ہے۔ اخود حضرت کو اس کا شکوہ تھا کہ اُن کے علم کے حامل نہیں، کما قال ان ھٰھنا علما لو اصبت له الحملة، یہاں بڑا علم ہے اگر لینے والے اس تک پہنچیں[1] محمد بن جریر طبری کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کے اصحاب میں سے ایک بھی ایسا نہ ہوا جس نے ان کے فتاویٰ اور مذہب فی الفقہ لکھے ہوں سوائے ابن مسعود کے، وہ اپنا قول اور مذہب قول عمر کے مقابلے میں ترک کر دیتے تھے، ان کی مخالفت کسی مسائلے میں نہیں کرتے تھے دین اور مذہب امت میں اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ، اصحاب زید بن ثابتؓ، اصحاب عبداللہ بن عمرؓ اور اصحاب عبداللہ بن عباسؓ سے پھیلا، انہی چار کے اصحاب سے سارے آدمیوں کو علم پہنچا ہے، صحابہ کے بعد انکے تلامذہ . . . . . . کوفہ میں علقمہ بن قیس النخعی، اسود، عمرو بن شرحبیل، مسروق الہمدانی، قاضی شریح . . . تھے یہ سب کے سب اصحاب علیؓ و عبداللہ بن مسعودؓ ہیں، اور اکابر تابعین سے ہیں، اکابر صحابہ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے اور وہ اسکو جائز رکھتے تھے اس طبقے کے بعد ابراہیم نخعی و عامر الشعبی و سعید بن جبیر . . . . . ہوئے، ان کے بعد حماد بن ابی سلیمان، سلیمان المعتمر، سلیمان الاعمش، اور مسعر بن کدام، ان کے بعد محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ . . . . . . سفیان ثوری، اور ابو حنیفہ ہوئے . . . . . ان کے

---

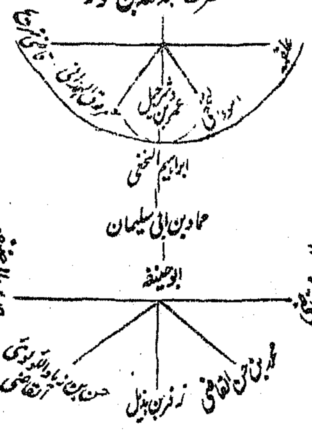
[1] اس قول کی تائید امام مسلم نے مقدمۂ صحیح مسلم میں کی ہے لکھا ہے کہ المغیرہ ان روایتوں میں سے جو حضرت علیؓ سے کیجاتیں صرف وہ روایتیں قبول کرتے جو اصحاب عبداللہ بن مسعود کی سند سے ہوتی یہ بھی لکھا ہے کہ اصحاب علی نے انکا علم فاسد کر دیا، (دیکھو مقدمہ صحیح مسلم حاشیہ قسطلانی ج ا صفحہ ۱۱۲)

بعد حفص بن غیاث، وکیع بن الجراح اور اصحاب ابو حنیفہ مثل ابو یوسف القاضی، زفر بن ہذیل، حماد بن ابو حنیفہ، حسن بن زیاد القاضی اور محمد بن حسن قاضی رقہ ہوئے"۔ (انتہیٰ اعلام الموقعین خلاصۃً)
شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی حجۃ اللہ البالغہ میں یہ بحث لکھی ہے، حافظ ابن قیم اور شاہ صاحب کی بحث میں تفصیل اور اجمال کا فرق ہے۔

اقوالِ بالا کی بنیاد پر فقہ حنفی کا سلسلہ حسب ذیل بصورت شجرہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن مسعود



فقہ حنفی پر بحث کرنے سے پہلے ضروری رجالِ فقہ موصوف کے حالات مختصراً بیان کر دیئے جائیں، جس سے ان حضرات کا مرتبہ علمی و عملی معلوم ہو سکے۔

یہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ فقہ کے مرجع کل آنحضرتؐ کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ[1] کنیت ابو عبدالرحمٰن، قدیم الاسلام، ان سے پہلے صرف

---

[1] ان حالات کا ماخذ: طبقات ابن سعد، تاریخ الخطیب، اسد الغابہ، الاستیعاب، الاصابہ، اعلام الموقعین اور نزہۃ الابرار فی الاسامی والاخیار ہیں، شروانی۔

پانچ حضرات اسلام لاچکے تھے، اسلام لانے کے وقت عمر کا تخمینہ بیس سال کے قریب ہوتا ہے
مشرف باسلام ہونے کے وقت ہی تعلیم قرآن کی التجا ہوئی ارشاد ہوا انک لغلام معلم
بے شک و شبہ تم نوجوان معلم ہو، ستر سورتیں خود ذات اقدس سے حفظ کیں، پہلے شخص
ہیں جنہوں نے آنحضرت کی طرف سے کفار قریش کو قرآن مجید (سورۂ رحمٰن) حرم میں
سنایا، سخت زحمت اٹھائی، کفار منہ پر ضربیں مارتے تھے اور یہ سورۃ الرحمٰن سنائے جاتے تھے
کسی نے اس تکلیف پر اظہار افسوس کیا تو فرمایا کہو تو پھر سنا دوں، اب کفار سے زیادہ کوئی
میری نظر میں ناچیز نہیں، یہ گویا پہلا سبق معلمی کا تھا، دیکھو سورۃ الرحمٰن پڑھنے میں لطیف اشارہ
ہے ان کے معلم القرآن بننے کی جانب اور امام فقہ ہونے کی جانب علم القرآن اور علم البیان
پر غور کرو۔

اسلام سے مشرف ہونے کے بعد بھی حضرت سرور عالم نے انکو اپنی خدمت سے
مخصوص کر لیا تھا، اذن عام تھا کہ پردہ اٹھا کر خدمت میں چلے آئیں، راز کی باتیں بھی
سنیں، مگر جب کہ روک دیئے جائیں، باہر تشریف آوری کے وقت نعلین مبارک پہناتے
عصا لیکر دائیں جانب آگے چلتے، مجلس کے قریب پہنچکر نعلین مبارک اتار کر بغل میں رکھ لیتے
عصا پیش کرتے، مراجعت کے وقت بھی یہی عمل ہوتا، واپسی پر اول حجرہ میں داخل ہوتے
وضو کے وقت مسواک پیش کرتے، صحابہ کرام میں صاحب النعلین والمسواک والسواد انکا
لقب تھا، یعنی نعلین مبارک، مسواک اور راز کے محافظ۔ سفر میں بستر مبارک، طہارت
کا پانی، مسواک، نعلین مبارک ان کی تحویل میں رہتیں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جب
یمن سے مدینہ طیبہ پہنچے ہیں، تو کثرت باریابی دیکھکر حضرت ابن مسعودؓ اور ان کی والدہ کو
اہلبیت سمجھے، دو بار ہجرت کی، ایک بار حبشہ کو دوبارہ مدینہ منورہ کو۔ تمام غزوں میں
شریک ہوئے۔ بدر میں ابوجہل کا سر خود اس کی تلوار سے کاٹا، جو صلے میں عطا ہوئی، ابوجہل
کا سر کاٹنا بھی بشارت غیبی تھی اسکی کہ جہل کو فنا کر کے علم عالم میں پھیلائینگے: ضعیف الجثہ تھے،

ایک موقعہ پر ان کی باریک پنڈلیاں دیکھکر صحابہ کرام ہنس پڑے، توآپ نے فرمایا عبد اللہ قیامت کے دن میزان میں احد سے بھی زیادہ بھاری ہونگے، دوسری روایت میں ہے کہ عبد اللہ کا ایک پاؤں اُحد سے زیادہ بھاری ہوگا، جنت کی بشارت پائی۔

۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، بقیع میں دفن ہوئے حضرت ابو درداءؓ نے خبر وفات سنکر کہا، ما ترک خلفہ مثلہ، اپنا مثل نہیں چھوڑ گئے۔ عمر کچھ اوپر ساٹھ برس کی ہوئی۔

لباس عمدہ سپید پہنتے تھے، عطر بہت لگاتے تھے، رات میں عطر کی خوشبو سے پہچان لئے جاتے۔ دولتمند تھے، نوے[۹۰۰۰۰] ہزار درہم ترکے میں چھوڑے، بیس[۲۰۰۰۰] ہزار درہم خزانۂ خلافت میں جمع تھے وہ بھی ورثاء کو ملے۔

حضرت سرورِ عالم آن سے قرآن مجید پڑھوا کر سنتے تھے، حیاتِ مبارک کے سال آخر میں جب حضرت جبرئیل نے رمضان میں دوبار کلام مجید آپ کو سنایا تو یہ بھی حاضر تھے، اس طرح اخیر نسخ وتبدیل سے آگاہی کا موقع ملا۔ ارشاد نبوی ہے، کہ جس کو یہ محبوب ہو کہ قرآن اسی طراوت وتازگی سے پڑھے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے تو اس کو چاہئے کہ ابن ام عبد کی قرأت سے پڑھے، ارشاد ہے وتمسکوا بعھد ابن ام عبد، ابن مسعودؓ کی ہدایت اور حکم کو مضبوط پکڑے رہو، جن چار صاحبوں سے قرآن سیکھنے کا حکم فرمایا گیا ان میں اوّل ان کا نام لیا، باقی تین صاحب یہ ہیں (حضرت معاذ بن جبلؓ، اُبیّ بن کعبؓ اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ، حافظ قرآن تھے، صحابہ کرام میں ان کا قرب الی اللہ وسیلہ ہونا اور اقربہم زلفیٰ (سب سے زیادہ اللہ سے قریب) ہونا مسلم تھا، ہیئت ظاہری، سیرت اور طریقے میں اور شان ووقار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے، اسی طرح علقمہ حضرت ابن مسعودؓ سے مشابہ تھے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عمارؓ بن یاسر کو امیر کوفہ اور ان کو

وزیر و معلم بنا کر بھیجا۔ اہل کوفہ کو اس موقع پر لکھا ہیں ان دو صاحبوں کو بھیجتا ہوں جو نجبار صحابہ سے ہیں، اور اہل بدر سے ہیں اُن کی اقتدار اور اطاعت کرو اور علم مانو، عبداللہ بن مسعودؓ کو میں نے قسم ہے رب کی اپنے اوپر ایثار کر کے تمھارے پاس بھیجا ہے، ان کی نسبت حضرت عمرؓ کا قول ہے، "کُنَیفٌ مُلِئَ عِلماً" (ایک تھیلا ہیں علم سے بھرے ہوئے) یہ قول تین بار مکرر فرمایا، حضرت علیؓ کا قول ہے "قرأ القرآن فاحل حلاله وحرم حرامه فقيه في الدين عالم بالسنة" ابن مسعود نے قرآن پڑھکر جو اس میں حلال تھا اس کو حلال کیا اور جو حرام تھا اس کو حرام، دین کے فقیہ ہیں سنت کے عالم، امام شعبی کا قول ہے، "ما كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم افقه من صاحبنا عبد الله بن مسعود" اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمارے استاد عبداللہ بن مسعودؓ سے بڑھکر کوئی فقیہ تھا

روایت حدیث بہت کم کرتے تھے، الفاظ حدیث میں سخت احتیاط کرتے تھے، جس وقت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبان سے نکلتا کانپ اٹھتے، فرماتے تھے "ليس العلم بكثرة الرواية ولكن العلم الخشية" علم کثرت روایت کو نہیں کہتے بلکہ علم خدا سے ڈرنے کو کہتے ہیں، عمرو بن میمون کا قول ہے کہ میں ایک برس عبداللہ بن مسعود کے پاس رہا ایک دن بھی انھوں نے رسول اللہؐ سے حدیث روایت نہیں کی، نہ یہ کہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صرف ایک بار حدیث بیان کی اور ان کی زبان پر بلفظ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاری ہوا، بیقرار ہو گئے، میں نے دیکھا کہ ان کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا، الفاظ بالا کہکر یہ الفاظ کہے، "ان شاء الله اما فوق ذالك واما قريب من ذالك او دون ذالك" ان شاء اللہ یا اس سے بڑھکر یا اس کے قریب یا اس سے کم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے حدیث سنی، حضرات ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ نے منجملہ دیگر صحابہ کے ان سے حدیث سنی، تابعین میں علقمہ، اسود، مسروق، ابو وائل، شقیق، شریح وغیرہم نے۔

حالات بالا پر ایک نظر | حضرت ابن مسعودؓ کے حسب ذیل اوصاف نمایاں ہیں،

قدیم الاسلام ہونا، ابتدا سے انتہا تک ذات اقدس سے قرب تام اور شرفِ خدمت، ہمراز و محرمِ اسرار ہونا، وفورِ علم و شانِ معلمی و خوبیِ تعلیم، حافظ و اعلم بکتاب اللہ ہونا، علم و فقہ و سنت میں فوقیت اور تفقہ میں باریک نظری، قربِ الٰہی و وسیلہ الی اللہ ہونے میں امتیاز، ہیئت ظاہری، سیرت اور طریقے میں اور شان و وقار میں سب سے زیادہ آپ سے مشابہ ہونا، آنحضرت کا ارشاد، تمسکوا بعھد ابن ام عبد، ابن مسعود کی ہدایت اور حکم کو مضبوط پکڑے رہو، حضرت عمرؓ کا ان کے علم و تفقہ پر اعتمادِ کلی، اہل کوفہ کو ان کی اقتدار، اطاعت اور ان کے حکم ماننے کا امر، حضرت علی کی ان کے علم کتاب و فقہ و سنت کی توثیق، فقہ میں باریک نظری، روایتِ حدیث کی تقلیل اور حفاظتِ الفاظ میں احتیاط۔

پھر تم سُن چکے کہ تمام صحابہ کرام کے علم کے حامل چھ حضرات تھے، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین، یہ بھی سُن چکے ہو کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا علم حضرت ابن مسعودؓ اور ان کے شاگردوں کے پاس رہا، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے ان سے حدیث سُنی، مسروق کا قول پڑھ چکے کہ چھ کا علم دو کو پہنچا، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کو، یہ بھی سُن چکے کہ حضرت علیؓ کا علم وہی محفوظ رہا جو اہل بیتِ اطہار کے سینوں میں رہا یا حضرت ابن مسعودؓ کے، نتیجہ ظاہر ہے کہ علم صحابہ کے مرجع اخیر اور خزینہ دار حضرت ابن مسعودؓ تھے، رضی اللہ عنہ۔

اس خلاصۂ حالات سے حضرت ابن مسعودؓ کے وجود کی عظمت علم و تعلیم کی جلالت ثابت ہوتی ہے، اسی کا اثر تھا جو خطیب نے لکھا ہے کہ فبث عبد اللہ فیھم علما کثیرا و فقہ منھم بجما غفیرا، عبد اللہ نے اہل کوفہ میں علم بکثرت پھیلایا اور گروہ کثیر کو فقیہ بنا دیا، حضرت ابن مسعودؓ کے شاگردوں کی بابت حافظ ابن قیمؒ کا قول پڑھ چکے کہ اکابر تابعین سے تھے، اور اکابر صحابہ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے جس کو وہ حضرات جائز رکھتے۔

علقمہ بن قیس نخعی ہیں، التابعی الکبیر الجلیل الفقیہ البارع، بڑی شان کے

جلیل القدر تابعی فقیہی عقل و دانش میں فائق، کان من الربانیین، علمائے ربانی میں سے تھے، اجمعوا علی جلالتہ وعظم محلہ و وفور علمہ وجمیل طریقتہ، ان کی جلالت شان عالی قدری اور خوبی طریقہ پر اجماع ہے۔ ابراہیم النخعی کا قول ہے، کان علقمۃ یشبہ بابن مسعود، علقمہ ابن مسعود سے مشابہ تھے (تہذیب الاسماء نووی)

دیکھو عہد اسلام کی سیر حاصلی، ان کے دو بھتیجے، اسود اور عبد الرحمن بلند مرتبہ تابعی ہیں، اور ایک نواسہ ابراہیم نخعی ایک گھر میں چار عالی قدر تابعی!

مسروق الہمدانی | اتفقوا علی جلالتہ و توثیقہ وامامتہ، ان کی جلالت، امامت اور ثقہ ہونے پر اجماع ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی، حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ سے ملاقات کی، امام شعبی کے استاد ہیں، (۔۔۔۔)

اسود النخعی | تابعی فقیہ امام صالح، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ کو دیکھا، حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ و حضرت عائشہؓ وغیرہم سے روایت کی، اتفقوا علی توثیقہ وجلالتہ ان کے ثقہ ہونے اور جلالت پر اتفاق ہے، اسی حج اور عمرے علیحدہ علیحدہ کیے (۔۔۔۔)

عمرو بن شرحبیل | الہمدانی، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے ان سے روایت کی ہے، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے روایت کی (خلاصہ تذہیب) ثقہ عابد تھے (تقریب التہذیب)

شریح القاضی | زمانہ نبوت پایا، حضوری سے مشرف نہ ہوئے، حضرت عمرؓ نے ان کو قاضی کوفہ مقرر کیا، وہاں ساٹھ برس تک قاضی رہے، حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا انت اقضی العرب تم عربوں میں قضا میں فائق ہو، ان کی روایتوں کے حجت ہونے اور ان کے ثقہ ہونے اور دین وفضل پر اور ذکاوت پر اتفاق ہے، نیز ان کے سب سے زیادہ عالم قضا ہونے پر (تہذیب الاسماء)

ابراہیم النخعی | تابعی جلیل القدر، حضرت عائشہؓ کی خدمت میں باریاب ہوئے اُن کے

ثقہ ہونے، جلالت شان اور فقہ میں فائق ہونے پر اتفاق ہے، شعبی نے ان کی وفات کے وقت فرمایا، ماترك احداً اعلم منه وافقه، انھوں نے اپنے آپ سے زیادہ عالم اور فقیہ نہیں چھوڑا، اعمش کا قول ہے کان النخعی صیرفی الحدیث نخعی حدیث کے نقاد تھے، (〃 〃 〃)

حماد بن ابی سلیمان اشعری کوفی ہیں، ابو اسمٰعیل کنیت، حضرت انس اور ابن المسیب اور ابراہیم سے روایت کی اور ان سے . . . . . ابوحنیفہ اور شعبہ نے، ثقہ، امام مجتہد، سخی وجواد تھے، ابو اسحٰق کا قول ہے کہ وہ شعبی سے فقہ میں فائق تھے (الکاشف للذہبی)

فقہ حنفی پر ایک نظر (۱) بیان بالا سے واضح ہو چکا کہ جس علم صحابہ کرام کے مرجع آخر وخزینہ دار حضرت ابن مسعود تھے وہ تابعین کبار کو پہنچا، ان سے ابراہیم نخعی کو، ان سے حماد بن ابی سلیمان کو ان سے امام ابوحنیفہ کو ان سے ابو یوسف و محمد بن حسن وغیرہما تلامذہ کو یہی وہ علم تھا جس کی تدوین وترتیب کا اہتمام اکابر صحابہ کرام نے اہتمام کتاب اللہ کے بعد اس زمانے میں کیا جبکہ روایت حدیث قلیل تھی بلکہ رد کی جاتی تھی، خلفائے راشدین کا دور اسی کے اہتمام میں صرف ہو گیا، امام اعظم اور ان کے تلامذہ کی کوششوں نے اس علم دین کو مدون ومرتب کر کے ایک ایسا آئین شریعت ملک وملت کے سامنے رکھ دیا جو حق وہدایت کی قوت سے دنیائے اسلام کی عبادات معاملات کی ضرورتوں اور حاجتوں کو روا کرے اور دنیائے اسلام میں پھیلنے کے لئے تیار وآمادہ تھا، اس علم کی یہ عجیب خصوصیت ہے کہ چار پشت تک تابعین کے سینوں میں رہنے کے بعد امت کو ملا، اس کا نتیجہ بدیہی یہ ہے کہ امام اعظم کا علم صحابہ کرام کے علم کا مجموعہ ہے اور وہ فقہ حنفی ہے۔

(۲) مذہب اسلام روئے زمین کے انسانوں کیلئے آخری دین الٰہی ہے، اس کا اعلان ہے کہ اللہ اور اس کے رسول غالب رہیں گے، یہ بھی اس کا اعلان ہے کہ وہ تمام ادیان پر حق وہدایت کی قوت سے غالب رہے گا، اور یہ بھی کہ حزب اللہ کا طرۂ امتیاز غلبہ ہے۔

اسلام کے فرق باطلہ کے باطل ہونے کی بڑی دلیل اس میں ہے کہ وہ کبھی دیر پا غلبہ روئے زمین پر نہ پا سکے، ان کا کارنامہ یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح انھوں نے اپنے وجود کو قائم۔ کما مثال کے

لئے دیکھو فرقہ باطنیہ کی تاریخ،

مذاہب حقہ میں سب سے زیادہ غلبہ مذہب حنفی کو ابتدا سے آج تک حاصل رہا ہے، مورخین و محدثین اس کے شیوع کو زمین پر چھا جانے سے تعبیر کرتے ہیں، امام سفیان بن عیینہ کا قول تم نے پڑھا ہے کہ ابوحنیفہ کی رائے آفاق میں پہنچ گئی، "وقد بلغ الآفاق"، خطیب نے امام ابو یوسف کے حالات میں لکھا ہے، "وبث علم ابی حنیفة فی اقطار الارض" انھوں نے ابوحنیفہ کا علم زمین کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارے تک پہنچا دیا۔

تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ شیخ طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار نے المغنی میں فقہ حنفی کا وصف سارے آفاق میں پھیل جانا اور روئے زمین کو ڈھک لینا لکھا ہے، ان کے الفاظ ہیں: "العلم المنتشر فی الآفاق وعلم طبق الارض" یہ بھی لکھا ہے کہ اگر مذہب و فقہ حنفی میں اللہ تعالیٰ کا سر خفی نہ ہوتا تو نصف یا اس کے قریب اسلام اس کی تقلید کے جھنڈے کے نیچے جمع نہ ہو جاتا، ملا علی قاری نے دو ثلث اہل اسلام کا گیارہویں صدی ہجری میں حنفی ہونا لکھا ہے۔

اس کی قوت ظہور اور خوبی تدوین و کمال ترتیب کا اندازہ اس سے کرو کہ امام اعظم کی وفات کے ٹھیک سولہ برس بعد خلیفہ بغداد ہادی کے عہد میں امام ابو یوسف ۱۶۶ھ میں قاضی مقرر ہوتے ہیں، وہ قوت ان کے علم میں ہے کہ عہد اسلام میں اول مرتبہ قاضی القضاۃ کی طیلسان ان کے وجود پر راست آتی ہے، اور فقہ حنفی روئے زمین پر کار فرما نظر آتی ہے، ہارون رشید کی خلافت کے شایاں قاضی القضاۃ اول امام ابو یوسف ہی ٹھیرے۔ خلافت عباسیہ کے بعد جتنی ایسی قوتیں برسر کار آئیں جن کی قوت و غلبہ کو بین الاقوام اور بین الممالک مرتبہ حاصل ہوا وہ قریباً سب کے سب حنفی تھیں مثلاً آل سلجوق، آل عثمان، عالمگیری ہندوستان بجائے خود ایک بڑا اعظم تھا۔ یاد تازہ کرو حافظ ابن قیم کے اس بیان کی کہ مسروق کا قول ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کا علم دو

خلیج ہے کہ اگر اس پر روئے زمین کے تشنہ کام وارد ہو جائیں تو سیراب ہو سکیں، علاوہ اس کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی کا کشف کہ نظر کشفی میں دوسرے مذاہب حیاض و جداول کی شکل میں منکشف ہوتے ہیں، مذہب حنفی بشکل دریائے زخار جو عرش سے گر رہا ہے، دوسرے مذاہب حقہ عموماً یا ممالک سے مخصوص رہے یا نسل سے، بین الاقوامی مرتبہ کمتر پا سکے۔

اسلام کی قوت و حقانیت کی کھلی ہوئی دلیل اس میں ہے کہ اس کے احکام میں مختلف ممالک و مختلف نسلہائے انسانی کی ضرورتوں کا لحاظ پایا جاتا ہے، اور ان کے حامل مذاہب حقہ ہیں، اگر کبھی یہ بحث لکھی جائے کہ مذاہب اربعہ مختلف ممالک اور مختلف نسلوں میں کس مناسبت سے پھیلے تو علم نفسیات کا دلچسپ باب ہوگا۔

دیکھو تابعین و تبع تابعین کے دور میں ہزاروں نہیں تو سینکڑوں صاحب مذہب امام مجتہد تھے جن کے مذاہب پھیلے، اور مضمحل ہو گئے، بالآخر متبوع چار ہی رہے۔

ان میں بھی جو شیوع و غلبہ مذہب حنفی کو رہا ظاہر ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں غلبہ و ظہور کی جو قوت دین حق و ہدیٰ کی مدد سے تھی اس کا وافر حصہ مذہب حنفی میں ودیعت تھا، اور یہی وہ خفی سر الٰہی ہے جس کو شیخ طاہر پٹنی مذہب حنفی کی کامیابی و غلبہ کا سبب بتاتے ہیں۔ ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے، عام طور پر مذہب حنفی اور مذہب مالکی کی کامیابی کا سہرا امام ابو یوسف اور امام یحییٰ بن یحییٰ المصمودی کے سر باندھا جاتا ہے کہ ان کا وجود نہ ہوتا تو شیوع حاصل نہ ہوتا، یہ صحیح ہے کہ یہ دونوں امام ان دونوں مذہبوں کے شیوع و رواج کا زبردست ذریعہ بنے، لیکن یہ صحیح نہیں، کہ ان کے شیوع اور ترویج کی علت تامہ وہ دونوں ہیں، اس پر غور کرنا چاہیے کہ تعلیم سے شاگرد پیدا ہوتے ہیں، تصانیف پیدا ہوتی ہیں نہ یہ کہ استاد کی تعلیم کی خوبی شاگرد پیدا کرتا ہے، شخصی کوششوں سے فروغ و رواج تعلیم ضرور ہوتا ہے، مگر عالمگیر غلبہ و ظہور جو صدیوں تک قائم و باقی رہے وہ خود اس تعلیم کی اندرونی قوت و اثر ہی سے ہو سکتا ہے، بالآخر کامل شاگردوں کا

وجہ بھی تو قوت و خوبی تعلیم کا منت کش ہے۔ امام ابو یوسف اور امام یحییٰ بھی مذہب حنفی و مالکی کی قوت کا ثبوت ہیں[1]۔

نتیجۂ واقعات بالا یہ ہے کہ محدثین کرام کی شہادت و توثیق کے بموجب امام ابو حنیفہ کا علم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علم تھا جو تئیس ۲۳ برس کی صحبت تام اور قرب خاص میں مشکوٰۃ نبوت سے براہِ راست حاصل کیا گیا، اور جو بالآخر تمام صحابۂ کرام کے علم کا مجموعہ بنا اور چار پشت تک تابعین کبار و کرام کے سینوں سے گذر کر امام اعظم کے تلامذۂ رشید کو پہنچا اور انھوں نے عالم اسلام کو پہنچایا اور جو آخر تک فقہائے عظام کی کوششوں سے ایک عالم کے واسطے سرمایۂ اعمال حسنہ بنا ہوا ہے، اور چونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اقرب الی اللہ وسیلۃً تھے لہٰذا خالق اکبر جل جلالہٗ کی بارگاہ میں اس کے عاجز بندوں کے لئے وسیلۂ عظمیٰ ہے، فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

قاضی ابو یوسف

یعقوب بن ابراہیم، ابو یوسف القاضی شاگرد ابو حنیفہ، نسب یہ ہے، ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بحیر بن المعاویۃ الانصاری (حضرت سعدؓ صحابی ہیں، ان کی ماں حبتہ صحابیہ سعد احد کے دن (حضرت) رافع بن خدیجؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملاحظہ میں پیش ہوئے کم سنی کی وجہ سے بھرتی نہیں ہوئے

---

[1] خاکسار اس حصۂ مضمون و حصۂ جرح کی نگارش میں مفتی سید عبد اللطیف صاحب استاد جامعۂ عثمانیہ کی مشورہ کا دل سے ممنون ہے اگر وہ مشورہ نہ ہوتا تو حق یہ ہے کہ حق بحث اس جامعیت سے ادا نہ ہوتا۔ شروانی

تحصیل علم ابو یوسف ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے، اگرچہ مفلس تھا، حدیث اور فقہ کی تحصیل کا شوق تھا، حدیث کی روایت منجملہ دیگر مشائخ کے یحییٰ بن سعید الانصاری، سلیمان الاعمش، ہشام بن عروہ، عطار بن السائب، لیث بن سعد سے کی، محمد بن حسن، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین وغیرہم نے ان سے روایت کی، بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

ایک روز ابو حنیفہ کی محفل میں بیٹھے تھے کہ اون کے والد وہاں پہنچے، یہ باپ کے ساتھ ہو لئے، باپ نے کہا کہ ابو حنیفہ کے قدم پر قدم مت رکھو ان کو تو پکی پکائی ملتی ہے تمھیں پیٹ پالنے کی ضرورت ہے، انھوں نے یہ سنکر طلب علم میں کمی کر دی، ان کا بیان ہے کہ ابو حنیفہ نے میری جستجو کی، بیٹھ رہنے کے بعد پہلی بار میں ان کے پاس پہنچا تو پوچھا آنا کیوں چھوڑ دیا۔ میں نے کہا پیٹ کی فکر اور باپ کی فرمانبرداری کی وجہ سے، یہ کہکر میں بیٹھ گیا، آدمی چلے گئے تو ایک تھیلی مجھ کو دی اور کہا اس کو خرچ کرو جب ختم ہو جائے تو اطلاع کرنا، پڑھنا مت چھوڑو، میں نے دیکھا تو سو درم تھے، اب میں نے پابندی سے پڑھنا شروع کیا، چند روز کے بعد سو درم اور عنایت ہوئے، حالانکہ میں نے اشارۃً بھی ختم ہونے کا ذکر نہیں کیا تھا، اسی طرح بے طلب عنایت ہوتی رہی، یہانتک کہ میں آسودہ حال ہو گیا۔ ایک روایت کے بموجب باپ نے چھوٹا چھوڑا تھا، ماں درس سے اٹھا لے جاتی تھیں،

لہ ہشام بن عروہ، ابو اسحٰق شیبانی، عطار بن السائب اور ان کے طبقے سے سماع حدیث کیا، اکبر شیوخ حصین بن عبد الرحمن ہیں، اون سے محمد بن حسن، احمد بن حنبل، بشیر بن الولید، یحییٰ بن معین اور اور بہت لوگوں نے سماعت حدیث کی،

یحییٰ بن معین کا قول ہے، ابو یوسف صاحب حدیث و صاحب سنت تھے، امام احمد کا قول ہے ابو یوسف حدیث میں صاحب انصاف تھے، ذہبی کا قول ہے کہ میں نے ابو یوسف اور محمد بن حسن کے حالات علیحدہ کتابوں میں لکھے ہیں، تذکرۃ الحفاظ للذہبی،

ایک روز ابوحنیفہ نے اون سے کہا، نیک بخت! اجا، یہ علم سیکھکر فالودہ روغن پستہ کے ساتھ کھاے گا، یہ سُنکر وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں، جب قاضی القضاۃ ہوگئے، تو ایک بار خلیفہ ہارون رشید کے دسترخوان پر فالودہ پیش ہوا، خلیفہ نے اون سے کہا، یہ کھاؤ، یہ روز روز نہیں تیار ہوتا ہے، پوچھا امیرالمومنین کیا ہے، کہا فالودہ اور روغن پستہ، یہ سنکر ابویوسف ہنس پڑے، خلیفہ نے پوچھا کیوں ہنسے، کہا بخیر، امیرالمومنین کو اللہ تعالیٰ زندہ و سلامت رکھے، ہارون الرشید نے اصرار کیا تو انھوں نے واقعۂ بالا بیان کیا۔ سنکر خلیفہ کو حیرت ہوئی اور کہا علم دین و دنیا میں عزت دیتا ہے اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ پر رحمت فرمائے، وہ عقل کی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔

امام اعظم کی صحبت میں

سترہ برس تک ابوحنیفہ کی صحبت میں حاضر رہے ایک بار اس زمانہ میں سخت بیمار ہوگئے، امام صاحب نے آکر دیکھا تو واپسی میں اون کے دروازے پر متفکر کھڑے ہوگئے، کسی نے سبب پوچھا تو کہا یہ جوان مرگیا تو زمین کا سب سے بڑا عالم اُٹھ جاے گا۔

ابویوسف کا قول ہے کہ دنیا میں کوئی چیز مجھکو ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلی کی مجلس سے زیادہ محبوب نہ تھی، ابوحنیفہ سے بڑھکر فقیہ اور ابن ابی لیلی سے اچھا قاضی میں نے نہیں دیکھا۔

خطیب کا قول ہے کہ ابوحنیفہ کے شاگردوں میں وہ شاگرد سب سے زیادہ ممتاز تھے، ابویوسف اور زفر عمار کا قول ہے کہ ابوحنیفہ کے شاگردوں میں ابویوسف کی مثال نہ تھی، اگر وہ نہو تے تو نہ کوئی ابوحنیفہ کو جانتا نہ ابن ابی لیلی کو۔ وہی تھے جنھوں نے ان کا علم پھیلایا، اور اون کے اقوال کو دور دور پہنچایا، طلحہ کا قول ہے: ابویوسف کی شان مشہور علم و فضل بلند تھا، ابوحنیفہ کے شاگرد تھے، فقہ میں اپنے معاصرین میں سب سے بڑھکر اون سے بڑھکر اون کے زمانے میں کوئی نہ تھا، علم و حکمت و ریاست و قدر میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ابوحنیفہ کا علم زمین کے کناروں تک پہنچا دیا، اصول فقہ کی کتابیں لکھیں، مسائل کا نشر املا کے ذریعے سے کیا۔

ایک بار اعمش نے اون سے ایک مسئلہ دریافت کیا، جواب سنکر کہا، یہ کہاں سے کہتے ہو کہا فلاں حدیث سے جو آپ سے روایت کی ہے، اعمش نے ہنسکر کہا کہ یہ حدیث مجھ کو اس وقت سے یاد ہے کہ تمھارے باپ کی شادی بھی نہ ہوئی تھی، معنی اوس کے آج معلوم ہوئے۔

امام مزنی سے کسی نے اہل عراق کی بابت پوچھا، ابو حنیفہ کی بابت کہا، سید ہم، زادن کے سردار۔ ابو یوسف کی بابت کہا انبعھم للحدیث ان میں سب سے زیادہ حدیث کے پیرو، محمد بن حسن سب سے زیادہ مسائل اخذ کرنے والے، زفر سب سے زیادہ قیاس میں تیز۔

ہلال بن یحیٰی کا قول ہے کہ ابو یوسف تفسیر، مغازی، ایام عرب کے حافظ تھے، فقہ ان کے علوم میں اقل العلوم تھی۔

ایک بار ابو حنیفہ کے سامنے ابو یوسف اور زفر نے کسی مسئلے پر بحث کی، ظہر تک جاری رہی، اور ایک دوسرے کی دلیل کو رد کرتا رہا، ظہر کے وقت ابو حنیفہ نے زفر کی ران پہ ہاتھ مار کر کہا، جس شہر میں ابو یوسف ہوں اوس کی ریاست کی ہوس مت کرو۔

ایک بار ابو حنیفہ نے اپنے شاگردوں کی بابت کہا، یہ چھتیس[۳۶] مرد ہیں ادن میں سے اٹھارہ عہدۂ قضا کی اہلیت رکھتے ہیں، چھ فتوی دینے کی، دو ایسے ہیں جو قاضیوں کو پڑھا سکتے ہیں، یہ کہکر ابو یوسف اور زفر کی طرف اشارہ کیا۔

ایک بار ابو حنیفہ (جو فراست میں ممتاز تھے،) نے داؤد طائی سے کہا کہ تم عبادت کے ہو رہو گے، ابو یوسف سے کہا، تم دنیا کی طرف مائل ہو گے، اسی طرح زفر وغیرہ کی نسبت رائے ظاہر کی جو کہا تھا، واقعات نے وہی ثابت کیا۔

لطیفہ :- ایک شخص ابو یوسف کی صحبت میں خاموش بیٹھے رہتے تھے، ایک بار اونھوں نے کہا تم بولتے کیوں نہیں، کہا بہت اچھا، روزہ کب افطار کرنا چاہیے،

کہا جب آفتاب غروب ہو، بولے، اگر آفتاب آدھی رات تک غائب نہو تو یہ سُنکر ابو یوسف ہنس پڑے، اور کہا تمہارا خاموش رہنا ہی اچھا تھا تمہاری زبان کھلوا کر میں نے خطا کی۔

عہدۂ قضاء | خلیفہ ہادی نے ۱۶۶ھ میں بغداد کا قاضی مقرر کیا، ہارون الرشید نے اپنی خلافت میں بحال رکھا، اسلام میں وہ اوّل شخص ہیں، جو قاضی القضاۃ[1] ہوئے، سترہ برس تک قاضی القضاۃ رہے۔

اُن کے قاضی ہونے کے عہد میں ایک بار امیر المومنین ہادی کے ایک باغ پر کسی نے اُن کی عدالت میں دعویٰ کیا، بظاہر خلیفہ کا پہلو زبردست تھا، مگر واقعہ اوس کے خلاف تھا۔ امیر المومنین نے کسی موقع پر اُن سے پوچھا کہ تم نے فلاں باغ کے معاملے میں کیا کیا جواب دیا، مدّعی کی درخواست یہ ہے کہ امیر المومنین کی حلفیہ شہادت اس پر لیجائے کہ اون کے گواہوں کا بیان سچّا ہے۔ ہادی نے پوچھا کیا اون کی یہ درخواست واجبی ہے، جواب دیا کہ ابن ابی لیلیٰ کے فیصلے کے مطابق صحیح ہے، خلیفہ نے کہا اس صورت میں باغ مدعی کو دلا دو۔ یہ ابو یوسف کی ایک تدبیر تھی۔

وفات | ۵ ربیع الاوّل یا ربیع الآخر باختلافِ قولین ۱۸۲ھ میں انتقال کیا، انتقال کے وقت انہتر (۶۹) برس کی عمر تھی،

وفات کے وقت کہا، کاش میں اوس فقر کی حالت میں مرتا، جو شروع میں تھی اور قضاء کے کام میں نہ پھنستا۔ خدا کا شکر ہے اور اس کی یہ نعمت ہے کہ میں نے قصداً کسی پر ظلم نہیں کیا، اور نہ ایک فریق معاملہ کی دوسرے کے مقابلے میں پرواہ کی، خواہ وہ بادشاہ تھا یا بازاری۔ وفات کے وقت یہ قول بھی منقول ہے، بارالٰہا! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے کسی فیصلے میں جو تیرے بندوں کے درمیان کیا، خود رائی سے کام نہیں لیا،

---

[1] ابن عبد البر کا قول ہے، میرے علم میں کوئی ایسا قاضی سوائے ابو یوسف کے نہیں، جس کا حکم مشرق سے مغرب تک سارے آفاق میں رواں رہا ہو (شذرات الذہب لابن عماد الحنبلیؒ)

تیری کتاب اور تیرے رسول کی سنت کی پیروی کی کوشش کی۔ جہاں مجھکو اشکال پیش آیا ابو حنیفہ کو اپنے اور تیرے درمیان میں واسطہ کیا، اور واللہ وہ میرے نزدیک اون لوگوں میں سے تھے۔ جو تیرے حکم کو پہچانتے تھے، اور کبھی جانکر حق کے دائرے سے نہیں نکلتے تھے، یہ بھی موت کے وقت ان کی زبان پر تھا، بار الہا! تو جانتا ہے۔ کہ میں نے جانکر حرام نہیں کیا اور نہ جانکر کوئی درم حرام کا کھایا۔

اون کی علالت کے دوران میں معروف کرخی نے اپنے ایک رفیق سے کہا کہ میں نے سنا ہے، ابو یوسف زیادہ علیل ہیں، تم اون کی وفات کی خبر مجھ کو دینا، راوی کا بیان ہے کہ میں دار الرقیق کے دروازہ پر پہنچا، تو ابو یوسف کا جنازہ نکل رہا تھا، دل میں کہا کہ اب معروف کرخی کو خبر کرنے جاتا ہوں تو نماز جنازہ نہ ملیگی، چنانچہ نماز میں شریک ہوکر اون کے پاس پہنچا اور خبر وفات سنائی۔ اون کو سخت صدمہ ہوا، بار بار انا للہ پڑھتے تھے۔ میں نے کہا یا ابا محفوظ! آپ کو نماز جنازہ میں شریک نہ ہونے کا اس قدر صدمہ کیوں ہے، کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں دیکھتا ہوں کہ ایک محل تیار ہوا ہے، اس کا بالائی حصہ مکمل ہو چکا، پردے آویزاں کر دیئے گئے غرض ہر طرح پورا ہو چکا، میں نے پوچھا یہ کس کے لئے تیار ہوا ہے، لوگوں نے کہا ابو یوسف کے واسطے۔ میں نے کہا یہ مرتبہ اونھوں نے کیوں کر پایا، جواب ملا اچھی تعلیم دینے اور اس کے شوق کے صلے میں اور لوگوں نے جو اذیت پہنچائی اوس کے صلے میں۔

شجاع بن مخلد کا قول ہے کہ ہم ابو یوسف کے جنازے میں شریک ہوئے، عباد بن العوام بھی ہمارے ساتھ تھے، میں نے اون کو یہ کہتے سنا کہ اہل اسلام کو چاہیئے کہ ابو یوسف کی وفات پر ایک دوسرے کیساتھ تعزیت کریں

لہ خلیفہ ہارون الرشید جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے، نماز جنازہ خود انھوں نے پڑھائی، مقابر قریش میں ام جعفر زبیدہ کی قبر کے پاس دفن کیا، محمد بن جعفر کا قول ہے، ابو یوسف کی شان مشہور فضل ظاہر تھا، اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ فقیہ تھے، اون سے بڑھکر کوئی نہ تھا، علم علم ریاست، اور جلالت میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ العبر میں لکھا ہے، ابو یوسف جواد در سخی تھے ابو حاتم کا قول ہے، ان کی حدیث لکھی جائے انتہی ابن ابدل کا قول ہے کہ اکثر علماء ابو یوسف کی فضیلت و عظمت کے قائل ہیں ابن عبد البر کا قول ہے، ابو یوسف فقیہ عالم حافظ تھے کثیر الحدیث (شذرات الذہب لابن عماد الحنبلی رح)

وفات سے پہلے کہتے تھے کہ سترہ برس ابوحنیفہ کی صحبت میں رہا، سترہ برس دنیا کے کام میں رہ چکا، میرا گمان ہے کہ اب میری موت قریب ہے۔ اس قول کے چند مہینے کے بعد وفات پائی۔

ان کے بیٹے یوسف غربی بغداد کے قاضی تھے۔

مناقب وجرح ابن کامل کا قول ہے کہ یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، اور علی مدینی اون کے ثقہ فی النقل ہونے پر متفق ہیں یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ ابو یوسف اصحاب حدیث کی جانب مائل تھے، اور اون کو دوست رکھتے تھے اور میں نے اون سے حدیثیں لکھی ہیں امام احمد بن حنبل کا قول ہے، کہ حدیث میں میرے پہلے استاد ابو یوسف ہیں، اون کے بعد میں نے اوروں سے حدیث لکھی، ابن مدینی کا قول ہے، کہ ابو یوسف صدوق تھے،

خطیب بغدادی نے اپنا موٴرخانہ فرض امام ابو یوسف کے حالات میں بھی جرح کے متعلق ادا کیا ہے اور متواتر روایتیں جرح کی نقل کی ہیں، اسی کے ساتھ اثنائے بیان میں بعض جرحوں کا جواب بھی دیا ہے، جرح سب کی سب غیر مفسر اور غیر مبین السبب ہیں سواد جرح وہی ہے جو امام اعظم اور امام محمد کی نسبت جرحوں کا ہے یعنی مرجئی ہونا وغیر ذالک، مذکور الصدر دونوں اماموں کے ذکر میں اس پر جو بحث مجمل ومفصل ہو چکی وہی یہاں بھی کی جاسکتی ہے، اعادہ تحصیل حاصل، یا لاحاصل۔ متاخرین ائمہ رجال نے امام ابو یوسف کے متعلق بھی جرح متروک کر دی ہے صرف مناقب و تعدیل لکھی ہے،

مثالاً دیکھو تذکرۃ الحفاظ امام ذہبیؒ، اور شذرات الذہب ابن عماد الحنبلیؒ۔

متقدمین میں سے امام ابن قتیبہ نے معارف میں نہ امام اعظم پر جرح کی ہے، اور نہ ابو یوسف پر، حالانکہ دوسرے رجال پر جرح کرتے ہیں،

امام محمدؒ

محمد بن الحسن بن الفرقد ابو عبد اللہ الشیبانی، صاحب امام ابو حنیفہ و امام اہل الرائے، دراصل دمشقی ہیں، حرستا نامی قریہ کے باشندے، انکے والد عراق آئے، محمد واسط میں پیدا ہوئے، کوفہ میں نشو و نما پائی، وہیں امام ابو حنیفہ، مسعر بن کدام، سفیان ثوری وغیرہ سے علم سنا، سماع حدیث بکثرت کیا، نیز امام مالک، اوزاعی، اور امام ابی یوسف قاضی سے، بغداد میں سکونت اختیار کی اور حدیث و فقہ کی روایت کی، امام شافعی، جوزجانی وغیرہ نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔ ہارون رشید نے قاضی مقرر کیا، ان کے ساتھ خراسان گئے، بمقام رے انتقال کیا، وہیں مدفون ہیں۔ اسی روز کسائی نے وفات پائی، ہارون رشید نے کہا میں نے آج لغت اور فقہ کو دفن کر دیا۔

پیدائش ۱۳۲ھ میں وفات ۱۸۹ھ میں عمر ۵۸ سال، اگرچہ حدیث کی سماعت کثیر تھی مگر رائے پر غور کیا، اسی کا غلبہ ہوا اور رائے ہی میں شہرت پائی۔

ان کا قول ہے کہ باپ نے تیس ہزار روپیہ چھوڑے تھے، میں نے پندرہ ہزار نحو اور شعر کی تحصیل میں اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کی تحصیل میں خرچ کر دیئے۔

امام شافعی نے امام محمد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں تین برس سے زیادہ امام مالک کے پاس رہا اور سات سو سے زیادہ ان سے حدیثیں سنیں، امام شافعی کا یہ بھی قول ہے کہ جب محمد بن حسن مالک سے روایت حدیث کرتے تھے تو کثرت سامعین سے گھر بھر جاتا، کوئی جگہ خالی نہ رہتی، ایک موقع پر خلیفہ ہارون رشید کی آمد پر سب لوگ کھڑے ہو گئے محمد بن حسن بیٹھے رہے، تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ کے نقیب نے محمد بن حسن کو بلایا، ان کے

شاگرد و احباب پریشان ہوئے، یہ خلیفہ کے سامنے پہنچے تو پوچھا کہ تم فلاں موقع پر کھڑے کیوں نہیں ہوئے، کہا کہ جس طبقے میں خلیفہ نے مجھ کو قائم کیا ہے اس سے نکلنا میں نے پسند نہیں کیا، اہل علم کے طبقے سے نکلکر اہل خدمت کے طبقے میں آجانا پسند نہیں آیا۔

آپ کے ابن عم (یعنی آنحضرت) صلعم نے ارشاد فرمایا ہے، جو شخص اس بات کو محبوب رکھتا ہو کہ آدمی اس کے لئے کھڑے رہیں، وہ اپنا مقام جہنم میں بنائے، آپ کی مراد اس سے گروہ علما ہے، پس جو لوگ حق خدمت اور اعزاز شاہی خیال کر کے کھڑے ہوں تو یہ دشمن کے لئے ہیبت کا سامان ہوگا اور جو بیٹھے رہے انھوں نے اتباع سنت کیا جو آپ کے خاندان سے لی گئی ہے اور آپ کے لئے زینت ہے۔ ہارون رشید نے کہا سچ کہتے ہو، (ابن ابی ذئب کے بیان میں اس سے زیادہ شاندار واقعہ پڑھو گے)

بیس برس کی عمر میں مسجد کوفے میں علم کی تعلیم شروع کر دی تھی، یحیٰی بن صالح کا قول ہے کہ مجھ سے ابن اکثم نے پوچھا تم نے مالک کو دیکھا ہے، ان سے حدیث سنی ہے، محمد بن حسن کی صحبت میں رہے ہو، کون زیادہ فقیہ تھا، میں نے کہا محمد بن حسن مالک سے افقہ ہیں، ابو عبید کا قول ہے کہ کتاب اللہ کا جاننے والا محمد بن حسن سے زیادہ کوئی نہ تھا، ربیع بن سلیمان نے امام شافعی کا قول نقل کیا ہے کہ اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ قرآن محمد بن حسن کی لغت میں اترا ہے تو محمد کی فصاحت کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں۔ مزنی نے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے کوئی موٹا آدمی محمد سے زیادہ سبک روح نہیں دیکھا، ان سے زیادہ فصیح بھی نہیں دیکھا جب میں ان کو قرآن پڑھتے دیکھتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ قرآن انہی کی لغت میں نازل ہوا ہے۔ ربیع بن سلیمان نے امام شافعی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ میں نے محمد بن حسن سے زیادہ عاقل آدمی نہیں دیکھا، یحیٰی بن معین کا قول ہے کہ جامع صغیر میں نے محمد بن حسن سے حاصل کر کے لکھی ہے، ربیع کا قول ہے کہ امام شافعی کا مقولہ تھا کہ میں نے محمد بن حسن سے ایک شتر بار کتابیں سیکھی ہیں۔ مزنی سے کسی نے پوچھا کہ ابو حنیفہ کے حق میں کیا

کہتے ہو، کہا سیدہم، ان کے سردار ہیں، کہا اور ابو یوسف، کہا، اتبعھم للحدیث، ان میں حدیث کے سب سے زیادہ تابع۔ کہا، محمد بن حسن کہا اکثرھم تفریعاً، سب سے زیادہ مسائل نکالنے والے، کہا زفر کہا، احدھم قیاساً، قیاس میں سب سے زیادہ تیز۔

امام شافعی کا یہ بھی قول ہے کہ فقہ کے معاملے میں سب سے زیادہ احسان مجھ پر محمد بن حسن کا ہے۔" محمد بن حسن کا اپنے متعلقین کو یہ حکم تھا کہ مجھ سے دنیاوی کوئی فرمائش نہ کرو، جو ضرورت ہو میرے مختار سے لے لو، تاکہ میرا قلب فارغ البال رہے اور میں بے فکر رہوں،

ابن داؤد کا قول ہے کہ بصرہ والوں کا فخر چار کتابیں ہیں، جاحظ کی کتاب البیان والتبیین، نیز کتاب الحیوان، سیبویہ کی الکتاب، خلیل کی کتاب فی العین، دانکھ پر، ہمارا فخر ستائیس ہزار مسائل پر ہے جو حلال و حرام کے متعلق ایک کوئی محمد بن حسن کے نتیجۂ عمل ہیں وہ ایسے قیاسی وعقلی ہیں کہ کسی انسان کو ان کا نہ جاننا روا نہیں،

ابراہیم الحربی کا قول ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے سوال کیا کہ یہ مسائلِ دقیق تم کو کہاں سے حاصل ہوئے، کہا محمد بن حسن کی کتابوں سے۔

قاضی ابن رجار نے محویہ سے (جو ابدال میں شمار ہوتے تھے) روایت کی ہے کہ میں نے بعد وفات محمد بن حسن کو خواب میں دیکھا، پوچھا، ابا عبد اللہ کیا گذری، کہا مجھ سے ارشاد ہوا، میں تم کو علم کا خزانہ نہ بناتا، اگر تم کو عذاب دینے کا ارادہ رکھتا، میں نے کہا ابو یوسف کا کیا حال ہے، کہا فوقی، مجھ سے بالاتر ہیں، میں نے پوچھا ابو حنیفہ کہا فوقہ بطبقات، ابو یوسف سے بہت سے طبقے اوپر،

خطیب نے امام محمد بن حسن کی بابتہ جرح بھی نقل کی ہے، جن میں بعض سخت ہیں، مگر اس قریباً ڈیڑھ ہزار برس کے زمانے میں، اکابر امت نے جو فیصلہ امام محمد کی عظمت کی بابتہ کیا ہے ظاہر ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی جرح قائم نہیں رہ سکتی۔

خطیب کا قول ہے کہ جو قول آخر میں نقل کروں وہ میری رائے ہے (تذکرۃ الحفاظ)
چنانچہ محمویہ کا خواب جو سب سے اخیر میں نقل کیا ہے، اس سے جرح و تعدیل کا فیصلہ خطیب کی تنقید کے مطابق بھی ہو جاتا ہے۔

محمد بن جریر الطبری صاحب التفسیر والتاریخ

ولادت ۲۲۵ھ وفات ۳۱۰ھ عمر ۸۵ سال عراق و شام اور مصر کی خلق کثیر سے علم حاصل کیا، بغداد میں آکر بسے اور وفات تک وہیں رہے، ان ائمہ علما میں سے تھے جن کے قول پر فتوی دیا جاتا تھا اور ان کی معرفت و فضل کی وجہ سے ان کی رائے مانی جاتی تھی، اتنے علوم کے جامع تھے کہ ان کے زمانے میں ان کی نظیر نہ تھی، کتاب اللہ کے حافظ تھے، قرأتوں کے ماہر، معانی قرآنی میں صاحب بصیرت، احکام قرآن کے فقیہ، سنت اور اس کے طرق کے عالم، نیز اس کے صحیح و سقیم و ناسخ و منسوخ کے صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے علما کے اختلافی احکام و مسائل حلال و حرام کے عارف، تاریخ انسانی کے عارف، تاریخ الملوک والامم میں ان کی تاریخ مشہور ہے، ایک کتاب تفسیر میں ہے جس کی مثل کسی نے تصنیف نہیں کی، ایک کتاب کا نام تہذیب الآثار رکھا تھا اپنی نوعیت میں وہ بھی بے مثل تھی مگر تمام نہیں ہوئی، اصول فقہ و فروع میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں، بہت سے مسائل فقہ میں متفرد ہیں جو محفوظ ہیں۔ اقوال فقہا میں اپنی رائے سے ترجیح بھی دی ہے، سمعانی کی روایت ہے کہ ابن جریر نے چالیس برس تک روزانہ چالیس ورق لکھے ہیں کل تعداد اوراق ۵۸۴۰۰۰ ہوتی ہے، شروانی)

فقیہ ابوطاہر اسفرائینی کا قول تھا کہ اگر کوئی شخص چین تک تفسیر ابن جریر کے لئے سفر کرے تو کہا جا سکتا ہے کہ زیادہ سفر نہیں کیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ ابن جریر طبری نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ آیا تم تفسیر قرآن سے خوش ہو گے، پوچھا کس قدر ہو گی، کہا تیس ہزار ورق، شاگردوں نے کہا ختم ہونے

سے پہلے عمریں ختم ہو جائینگی، یہ سنکر تین ہزار ورق میں مختصر تصنیف کی، اس کے بعد پوچھا تاریخ عالم سے خوش ہو گے، جو آدم کے زمانے سے لیکر آج تک ہو گی، باقی سوال وجواب مثل تفسیر کے ہوئے، جب تیس ہزار ورق کو شاگردوں نے زیادہ بتایا تو کہا انا للہ ماتت الہمم، انا للہ ہمتیں فنا ہو گئیں۔

ابن بالویہ کا بیان ہے کہ تفسیر کا املا ابن جریر نے کیا، میں کاتب تھا، ۲۸۳ھ سے لیکر ۲۹۰ھ تک آٹھ سال میں لکھی، ابوبکر بن خزیمہ نے یہ سنکر تفسیر مجھ سے مستعار لی اور کئی برس کے بعد واپس کی اور کہا کہ اول سے لیکر آخر تک میں نے پڑھی، روئے زمین پر محمد بن جریر سے بڑھکر عالم نہیں ہے۔

حنبلیوں نے ان پر مظالم کئے، کسی کو ان کے پاس جانے نہیں دیتے تھے، جو جانا چاہتا تھا اس کو روک دیتے، اسی کی وجہ سے حسین تمیمی ان سے حدیث نہ سن سکے، کلام مجید اس خوبی سے پڑھتے تھے، کہ ابن مجاہد کا قول ہے، ماظننت ان اللہ تعالی خلق بشرا یحسن یقرأ ھذہ القرأۃ، میرا گمان نہیں کہ خدا تعالی نے کوئی انسان پیدا کیا ہو جو کلام اللہ کی اس قرأت کو اسی خوبی و حسن سے پڑھتا ہو۔ بعد وفات اپنے مکان میں دفن ہوئے ان کی وفات کی بابتہ اذن کسی کو نہیں کیا گیا، تاہم اس قدر مخلوق جمع ہو گئی کہ ان کے شمار اللہ تعالی ہی جانتا ہے، مہینوں شب و روز اُن کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔

حلیہ رنگ پختہ، آنکھیں بڑی بڑی، نحیف الجسم، بلند بالا، خوش بیان، باوجود پچاسی برس کی عمر کے سر اور داڑھی کے بال کثرت سے سیاہ تھے، اس سے قوت مزاج کا اندازہ کرو، رضی اللہ عنہ،

للہ در الطبری

اذا اعسرت لم اعلم رفیقی — و استغنی فیستغنی صدیقی
حیائی حافظ لی ماء وجھی — و رفقی فی مطالبتی رفیقی

کہا جب آفتاب غروب ہو، بولے، اگر آفتاب آدھی رات تک غائب نہو تو یہ سُنکر ابو یوسف ہنس پڑے، اور کہا تمہارا خاموش رہنا ہی اچھا تھا تمہاری زبان کھلوا کر میں نے خطا کی۔

عہدۂ قضاء | خلیفہ ہادی نے ۱۶۶ھ میں بغداد کا قاضی مقرر کیا، ہارون الرشید نے اپنی خلافت میں بحال رکھا، اسلام میں وہ اوّل شخص ہیں، جو قاضی القضاۃ[1] ہوئے، سترہ برس تک قاضی القضاۃ رہے۔

اُن کے قاضی ہونے کے عہد میں ایک بار امیر المومنین ہادی کے ایک باغ پر کسی نے اُن کی عدالت میں دعویٰ کیا، بظاہر خلیفہ کا پہلو زبردست تھا، مگر واقعہ اوس کے خلاف تھا۔ امیر المومنین نے کسی موقع پر اُن سے پوچھا۔ کہ تم نے فلاں باغ کے معاملے میں کیا کیا جواب دیا، مدّعی کی درخواست یہ ہے۔ کہ امیر المومنین کی حلفیہ شہادت اس پر لیجائے کہ اون کے گواہوں کا بیان سچّا ہے۔ ہادی نے پوچھا کیا اون کی یہ درخواست واجبی ہے، جواب دیا کہ ابن ابی لیلیٰ کے فیصلے کے مطابق صحیح ہے، خلیفہ نے کہا اس صورت میں باغ مدعی کو دلا دو۔ یہ ابو یوسف کی ایک تدبیر تھی۔

وفات | ۵ ربیع الاوّل یا ربیع الآخر باختلافِ قولین ۱۸۲ھ میں انتقال کیا، انتقال کے وقت انہتر (۶۹) برس کی عمر تھی،

وفات کے وقت کہا، کاش میں اوس فقر کی حالت میں مرتا، جو شروع میں تھی، اور قضاء کے کام میں نہ پھنستا۔ خدا کا شکر ہے اور اس کی یہ نعمت ہے کہ میں نے قصداً کسی پر ظلم نہیں کیا، اور نہ ایک فریق معاملہ کی دوسرے کے مقابلے میں پروا کی، خواہ وہ بادشاہ تھا یا بازاری۔ وفات کے وقت یہ قول بھی منقول ہے، بارِ الٰہا! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے کسی فیصلے میں جو تیرے بندوں کے درمیان کیا، خود رائی سے کام نہیں لیا،

---

[1] ابن عبد البر کا قول ہے، میرے علم میں کوئی ایسا قاضی سوائے ابو یوسف کے نہیں، جس کا حکم مشرق سے مغرب تک سارے آفاق میں رواں رہا ہو (شذرات الذہب لابن عماد الحنبلی ج)

تیری کتاب اور تیرے رسول کی سنت کی پیروی کی کوشش کی۔ جہاں مجھکو اشکال پیش آیا ابو حنیفہ کو اپنے اور تیرے درمیان میں واسطہ کیا، اور واللہ وہ میرے نزدیک اون لوگوں میں سے تھے۔ جو تیرے حکم کو پہنچانتے تھے، اور کبھی جانکر حق کے دائرے سے نہیں نکلتے تھے، یہ بھی موت کے وقت ان کی زبان پر تھا، بار الہا! تو جانتا ہے۔ کہ میں نے جانکر حرام نہیں کیا اور نہ جانکر کوئی درم حرام کا کھایا۔

اون کی علالت کے دوران میں معروف کرخی نے اپنے ایک رفیق سے کہا کہ میں نے سنا ہے، ابو یوسف زیادہ علیل ہیں، تم اون کی وفات کی خبر مجھ کو دینا، راوی کا بیان ہے کہ میں دار الرقیق کے دروازہ پر پہنچا، تو ابو یوسف کا جنازہ نکل رہا تھا، دل میں کہا کہ اب معروف کرخی کو خبر کرنے جاتا ہوں تو نمازِ جنازہ نہ ملیگی، چنانچہ نماز میں شریک ہوکر اون کے پاس پہنچا اور خبرِ وفات سنائی۔ اون کو سخت صدمہ ہوا، بار بار انا للہ پڑھتے تھے۔ میں نے کہا یا ابا محفوظ! آپ کو نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہونے کا اس قدر صدمہ کیوں ہے، کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں دیکھتا ہوں کہ ایک محل تیار ہوا ہے، اس کا بالائی حصہ مکمل ہو چکا، پردے آویزاں کر دیئے گئے غرض ہر طرح پورا ہو چکا، میں نے پوچھا یہ کس کے لئے تیار ہوا ہے، لوگوں نے کہا ابو یوسف کے واسطے۔ میں نے کہا یہ مرتبہ اونھوں نے کیوں کر پایا، جواب ملا اچھی تعلیم دینے اور اس کے شوق کے صلے میں اور لوگوں نے جو اذیت پہنچائی اوس کے صلے میں۔

شجاع بن مخلد کا قول ہے کہ ہم ابو یوسف کے جنازے میں شریک تھے، عباد بن العوام بھی ہمارے ساتھ تھے، میں نے اون کو یہ کہتے سنا کہ اہل اسلام کو چاہیئے کہ ابو یوسف کی وفات پر ایک دوسرے کیساتھ تعزیت کریں۔

لہ خلیفہ ہارون الرشید جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے، نماز جنازہ خود انھوں نے پڑھائی، مقابر قریش میں ام جعفر زبیدہ کی قبر کے پاس دفن کیا۔ محمد بن جعفر کا قول ہے، ابو یوسف کی شان مشہور، فضل ظاہر تھا، اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ فقیہ تھے، اون سے بڑھکر کوئی نہ تھا، علم، حلم، ریاست، قدر، جلالت میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ العبر میں لکھا ہے، ابو یوسف جواد اور سخی تھے ابو حاتم کا قول ہے، ان کی حدیث لکھی جائے، انتہی، ابن اہدل کا قول ہے کہ اکثر علماء ابو یوسف کی فضیلت و عظمت کے قائل ہیں، ابن عبد البر کا قول ہے، ابو یوسف فقیہ، عالم، حافظ تھے کثیر الحدیث (شذرات الذہب لابن عماد الحنبلی رح)

وفات سے پہلے کہتے تھے کہ سترہ برس ابوحنیفہ کی صحبت میں رہا سترہ برس دنیا کے کام میں رہ چکا، میرا گمان ہے کہ اب میری موت قریب ہے۔ اس قول کے چند مہینے کے بعد وفات پائی۔

ان کے بیٹے یوسف غربی بغداد کے قاضی تھے۔

مناقب جرح | ابن کامل کا قول ہے کہ یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، اور علی مدینی اون کے ثقہ فی النقل ہونے پر متفق ہیں یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ ابو یوسف اصحاب حدیث کی جانب مائل تھے، اور راون کو دوست رکھتے تھے اور میں نے اون سے حدیثیں لکھی ہیں امام احمد بن حنبل کا قول ہے، کہ حدیث میں میرے پہلے استاد ابو یوسف ہیں، اون کے بعد میں نے اوروں سے حدیث لکھی، ابن مدینی کا قول ہے، کہ ابو یوسف صدوق تھے،

خطیب بغدادی نے اپنا مورخانہ فرض امام ابو یوسف کے حالات میں بھی جرح کے متعلق ادا کیا ہے اور متواتر روائتیں جرح کی نقل کی ہیں، اسی کے ساتھ اثنائے بیان میں بعض جرحوں کا جواب بھی دیا ہے، جرح سب کی سب غیر مفسر اور غیر مبین السبب ہیں مواد جرح وہی ہے جو امام اعظم اور امام محمد کی نسبت جرحوں کا ہے یعنی مرجئی ہونا وغیر ذالک، مذکور الصدر دونوں اماموں کے ذکر میں اس پر جو بحث مجمل ومفصل ہو چکی وہی یہاں بھی کی جاسکتی ہے، اعادہ تحصیل حاصل، یا لاحاصل۔ متاخرین ائمہ رجال نے امام ابو یوسف کے متعلق بھی جرح متروک کر دی ہے صرف مناقب وتعدیل لکھی ہے،

مثلاً دیکھو تذکرۃ الحفاظ امام ذہبی، اور شذرات الذہب ابن عماد الحنبلی۔

متقدمین میں سے امام ابن قتیبہ نے معارف میں نہ امام اعظم پر جرح کی ہے، اور نہ ابو یوسف پر، حالانکہ دوسرے رجال پر جرح کرتے ہیں،

امام محمدؒ

محمد بن الحسن بن الفرقد ابو عبد اللہ الشیبانی، صاحب امام ابو حنیفہ و امام اہل الرائے، دراصل دمشقی ہیں، حرستا نامی قریہ کے باشندے، انکے والد عراق آئے، محمد واسط میں پیدا ہوئے، کوفہ میں نشو و نما پائی، وہیں امام ابو حنیفہ، مسعر بن کدام، سفیان ثوری وغیرہ سے علم سنا، سماع حدیث بکثرت کیا، نیز امام مالک، اوزاعی، اور امام ابی یوسف قاضی سے، بغداد میں سکونت اختیار کی اور حدیث و فقہ کی روایت کی، امام شافعی، جوزجانی وغیرہ نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔ ہارون رشید نے قاضی مقرر کیا، ان کے ساتھ خراسان گئے، بمقام رے انتقال کیا، وہیں مدفون ہیں۔ اسی روز کسائی نے وفات پائی، ہارون رشید نے کہا میں نے آج لغت اور فقہ کو دفن کر دیا۔

پیدائش ۱۳۲ھ میں وفات ۱۸۹ھ میں عمر ۵۸ سال، اگرچہ حدیث کی سماعت کثیر تھی مگر رائے پر غور کیا، اسی کا غلبہ ہوا، اور اسی میں شہرت پائی۔

ان کا قول ہے کہ باپ نے تیس ہزار روپیے چھوڑے تھے، میں نے پندرہ ہزار نحو و شعر کی تحصیل میں اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کی تحصیل میں خرچ کر دیئے۔

امام شافعی نے امام محمد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں تین برس سے زیادہ امام مالک کے پاس رہا اور سات سو سے زیادہ ان سے حدیثیں سنیں، امام شافعی کا یہ بھی قول ہے کہ جب محمد بن حسن مالک سے روایت حدیث کرتے تھے تو کثرت سامعین سے گھر بھر جاتا تا گنجائش نہ رہتی، ایک موقع پر خلیفہ ہارون رشید کی آمد پر سب لوگ کھڑے ہو گئے محمد بن حسن بیٹھے رہے، تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ کے نقیب نے محمد بن حسن کو بلایا، ان کے

شاگرد و احباب پریشان ہوئے، یہ خلیفہ کے سامنے پہنچے تو پوچھا کہ تم فلاں موقع پر کھڑے کیوں نہیں ہوئے، کہا کہ جس طبقے میں خلیفہ نے مجھ کو قائم کیا ہے اس سے نکلنا میں نے پسند نہیں کیا، اہل علم کے طبقے سے نکلکر اہل خدمت کے طبقے میں آجانا پسند نہیں آیا۔
آپ کے ابن عم (یعنی آنحضرت) صلعم نے ارشاد فرمایا ہے، جو شخص اس بات کو محبوب رکھتا ہو کہ آدمی اس کے لئے کھڑے رہیں، وہ اپنا مقام جہنم میں بنائے، آپ کی مراد اس سے گروہ علما ہے، پس جو لوگ حق خدمت اور اعزاز شاہی خیال کر کے کھڑے ہوں تو یہ دشمن کے لئے ہیبت کا سامان ہوگا اور جو بیٹھے رہے انھوں نے اتباع سنت کیا جو آپ کے خاندان سے لی گئی ہے، اور آپ کے لئے زینت ہے۔ ہارون رشید نے کہا سچ کہتے ہو، (ابن ابی ذئب کے بیان میں اس سے زیادہ شاندار واقعہ پڑھو گے)
بیس برس کی عمر میں مسجد کوفے میں علم کی تعلیم شروع کر دی تھی، یحییٰ بن صالح کا قول ہے کہ مجھسے ابن اکثم نے پوچھا تم نے مالک کو دیکھا ہے، ان سے حدیث سنی ہے، محمد بن حسن کی صحبت میں رہے ہو، کون زیادہ فقیہ تھا، میں نے کہا محمد بن حسن مالک سے افقہ ہیں، ابو عبید کا قول ہے کہ کتاب اللہ کا جاننے والا محمد بن حسن سے زیادہ کوئی نہ تھا، ربیع بن سلیمان نے امام شافعی کا قول نقل کیا ہے کہ اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ قرآن محمد بن حسن کی لغت میں اترا ہے تو محمد کی فصاحت کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں۔ مزنی نے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے کوئی موٹا آدمی محمد سے زیادہ سبک روح نہیں دیکھا، ان سے زیادہ فصیح بھی نہیں دیکھا جب میں ان کو قرآن پڑھتے دیکھتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ قرآن انہی کی لغت میں نازل ہوا ہے۔ ربیع بن سلیمان نے امام شافعی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ میں نے محمد بن حسن سے زیادہ عاقل آدمی نہیں دیکھا، یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ جامع صغیر میں نے محمد بن حسن سے حاصل کر کے لکھی ہے، ربیع کا قول ہے کہ امام شافعی کا مقولہ تھا کہ میں نے محمد بن حسن سے ایک شتر بار کتابیں سیکھی ہیں۔ مزنی سے کسی نے پوچھا کہ ابو حنیفہ کے حق میں کیا

کہتے ہو، کہا اسید ہم، ان کے سردار ہیں، کہا اور ابو یوسف، کہا، اتبعہم للحدیث، ان میں حدیث کے سب سے زیادہ تابع۔ کہا، محمد بن حسن کہا اکثرھم تفریعاً۔ سب سے زیادہ مسائل نکالنے والے، کہا زفر کہا، احدّھم قیاساً، قیاس میں سب سے زیادہ تیز۔

امام شافعی کا یہ بھی قول ہے کہ فقہ کے معاملے میں سب سے زیادہ احسان مجھ پر محمد بن حسن کا ہے۔ محمد بن حسن کا اپنے متعلقین کو یہ حکم تھا کہ مجھ سے دنیا دی کوئی فرمائش نہ کرو، جو ضرورت ہو میرے مختار سے لے لو، تاکہ میرا قلب فارغ البال رہے اور میں بے فکر رہوں،

ابن داؤد کا قول ہے کہ بصرہ والوں کا فخر چار کتابیں ہیں، جاحظ کی کتاب البیان والتبیین، نیز کتاب الحیوان، سیبویہ کی الکتاب، خلیل کی کتاب فی العین، در آنکھ پر، ہمارا فخر ستائیس ہزار مسائل پر ہے جو حلال و حرام کے متعلق ایک کوفی محمد بن حسن کے نتیجۂ عمل ہیں وہ ایسے قیاسی وعقلی ہیں کہ کسی انسان کو ان کا نہ جاننا روا نہیں،

ابراہیم الحربی کا قول ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے سوال کیا کہ یہ مسائلِ دقیق تم کو کہاں سے حاصل ہوئے، کہا، محمد بن حسن کی کتابوں سے۔

قاضی ابن رجار نے محمویہ سے (جو ابدال میں شمار ہوتے تھے) روایت کی ہے کہ میں نے بعد وفات محمد بن حسن کو خواب میں دیکھا، پوچھا، ابا عبداللہ کیا گذری، کہا مجھسے ارشاد ہوا، میں تم کو علم کا خزانہ بناتا، اگر تم کو عذاب دینے کا ارادہ رکھتا، میں نے کہا ابو یوسف کا کیا حال ہے، کہا فوقی، مجھ سے بالاتر ہیں، میں نے پوچھا ابو حنیفہ کہا فوقہ بطبقات، ابو یوسف سے بہت سے طبقے اوپر،

خطیب نے امام محمد بن حسن کی بابتہ جرح بھی نقل کی ہے، جن میں بعض سخت ہیں، مگر اس قریباً ڈیڑھ ہزار برس کے زمانے میں، اکابر امت نے جو فیصلہ امام محمد کی عظمت کی بابتہ کیا ہے ظاہر ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی جرح قائم نہیں رہ سکتی۔

خطیب کا قول ہے کہ جو قول آخر میں نقل کروں وہ میری رائے ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ) چنانچہ مجموعہ کا جواب جو سب سے اخیر میں نقل کیا ہے، اس سے جرح و تعدیل کا فیصلہ خطیب کی تنقید کے مطابق بھی ہو جاتا ہے۔

محمد بن جریر الطبری صاحب التفسیر والتاریخ

ولادت ۲۲۵ھ وفات ۳۱۰ھ عمر ۸۵ سال عراق و شام اور مصر کی خلق کثیر سے علم حاصل کیا، بغداد میں آکر رہے اور وفات تک وہیں رہے ہے، ان ائمہ علما میں سے تھے جن کے قول پر فتویٰ دیا جاتا تھا اور ان کی معرفت و فضل کی وجہ سے ان کی رائے مانی جاتی تھی، اتنے علوم کے جامع تھے کہ ان کے زمانے میں ان کی نظیر نہ تھی، کتاب اللہ کے حافظ تھے، قرأتوں کے ماہر، معانی قرآنی میں صاحب بصیرت، احکام قرآن کے فقیہ، سنت اور اس کے طرق کے عالم، نیز اس کے صحیح و سقیم و ناسخ و منسوخ کے، صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے علما کے اختلافی احکام و مسائل حلال و حرام کے عارف، تاریخ انسانی کے عارف، تاریخ الملوک والامم میں ان کی تاریخ مشہور ہے، ایک کتاب تفسیر میں ہے جس کی مثل کسی نے تصنیف نہیں کی، ایک کتاب کا نام تہذیب الآثار رکھا تھا اپنی نوعیت میں وہ بھی بے مثل تھی مگر تمام نہیں ہوئی، اصول فقہ و فروع میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں، بہت سے مسائل فقہ میں منفرد ہیں جو محفوظ ہیں۔ اقوال فقہا میں اپنی رائے سے ترجیح بھی دی ہے، سمعانی کی روایت ہے کہ ابن جریر نے چالیس برس تک روزانہ چالیس ورق لکھے ہیں (کل تعداد اوراق ۵۸۱۰۰۰ ہوتی ہے، شروانی)

فقیہ ابو طاہر اسفرائینی کا قول تھا کہ اگر کوئی شخص چین تک تفسیر ابن جریر کے لئے سفر کرے تو کہا جا سکتا ہے کہ زیادہ سفر نہیں کیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ ابن جریر طبری نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ آیا تم تفسیر قرآن سے خوش ہو گے، پوچھا کس قدر ہو گی، کہا تیس ہزار ورق، شاگردوں نے کہا ختم ہونے

سے پہلے عمریں ختم ہو جائینگی، یہ سنکر تین ہزار ورق میں مختصر تصنیف کی، اس کے بعد پوچھا تاریخ عالم سے خوش ہو گے، جو آدم کے زمانے سے لیکر آج تک ہو گی، باقی سوال وجواب شل تفسیر کے ہوئے، جب تیس ہزار ورق کو شاگردوں نے زیادہ بتایا تو کہا انا للہ ماتت الہمم، انا للہ ہمتیں فنا ہوگئیں۔

ابن بالویہ کا بیان ہے کہ تفسیر کا املا ابن جریر نے کیا، میں کاتب تھا، ۲۸۳ھ سے لیکر ۲۹۰ھ تک آٹھ سال میں لکھی، ابو بکر بن خزیمہ نے یہ سنکر تفسیر مجھ سے مستعار لی اور کئی برس کے بعد واپس کی اور کہا کہ اول سے لیکر آخر تک میں نے پڑھی، روئے زمین پر محمد بن جریر سے بڑھکر عالم نہیں ہے۔

حنبلیوں نے ان پر مظالم کئے، کسی کو ان کے پاس جانے نہیں دیتے تھے، جو جانا چاہتا تھا اس کو روک دیتے، اسی کی وجہ سے حسین تمیمی ان سے حدیث نہ سن سکے، کلام مجید اس خوبی سے پڑھتے تھے، کہ ابن مجاہد کا قول ہے، ماظننت ان اللہ تعالی خلق بشرا یحسن یقرأ ھذہ القرأۃ، میرا گمان نہیں کہ خدا تعالی نے کوئی انسان پیدا کیا ہو جو کلام اللہ کی اس قرأت کو اسی خوبی وحسن سے پڑھتا ہو۔ بعد وفات اپنے مکان میں دفن ہوئے، ان کی وفات کی بابتہ اذن کسی کو نہیں کیا گیا، تاہم اس قدر مخلوق جمع ہو گئی کہ ان کے شمار اللہ تعالی ہی جانتا ہے، مہینوں شب و روز ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔

حلیہ رنگ پختہ، آنکھیں بڑی بڑی، نحیف الجسم، بلند بالا، خوش بیان، باوجود پچاسی برس کی عمر کے سر اور ڈاڑھی کے بال کثرت سے سیاہ تھے، اس سے قوت مزاج کا اندازہ کرو، رضی اللہ عنہ،

لله در الطبری

اذا اعسرت لم اعلم رفیقی — واستغنی فیستغنی صدیقی

حیائی حافظ لی ماء وجھی — ورفقی فی مطالبتی رفیقی

دلوانی سمعت بہذل وجلی | لکنت الی الغنی سہل الطریقی

محمد بن عبد الرحمن بن المغیرۃ بن الحارث بن ابی ذئب مدنی رحمہ

پیدائش ۸۰ھ، ابو الحارث القرشی المدنی، عکرمہ مولی ابن عباس رض نافع مولی ابن عمر رض، ابن شہاب الزہری وغیرہم سے حدیث سُنی۔

سفیان ثوری، وکیع، عبد اللہ بن مبارک، یحیی بن سعید القطان اور ان کے سوا ایک جماعت نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔ فقیہ صالح متقی تھے، آمر بالمعروف ناہی بالمنکر، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی جرأت میں ان کی مثال سعید بن المسیب سے دیجاتی ہے۔ یہی قول امام احمد بن حنبل کا ہے۔

امیر المومنین مہدی نے ان کو بغداد بلایا، وہاں روایت حدیث کی، امام شافعی کا قول تھا کہ مجھ کو دو صاحبوں کے نہ ملنے کا افسوس ہے الیث اور ابن ابی ذئب۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ ابن ابی ذئب ثقہ اصدوق ہیں مالک بن انس سے افضل تھے مگر مالک تنقیۂ رجال میں زیادہ شدید تھے، ابن ابی ذئب کو اس کی پروا نہیں کہ کس سے روایت کرتے ہیں، ان کا مثل ان کے بعد نہ ان کے بلاد (حجاز) میں تھا اور نہ دیگر بلاد میں۔ ابن خلاد کا بیان ہے کہ خلیفہ مہدی کا سفر حج کے دوران میں مسجد نبوی میں ورود ہوا، خلیفہ کے داخل مسجد ہوتے ہی تمام حاضرین کھڑے ہوگئے، صرف ابن ابی ذئب بیٹھے رہے، مسیب ابن زبیر نے کہا، کھڑے ہو جاؤ یہ امیر المومنین ہیں، ابن ابی ذئب نے جواب دیا، انما یقوم الناس لرب العالمین، آدمی صرف پروردگار عالم کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، خلیفہ اس جواب کی جلالت سے کانپ گیا، ابن زبیر سے کہا ان کو چھوڑ دو میرے سر کے تمام بال کھڑے ہوگئے۔

ابو نعیم کی روایت ہے کہ جس سال منصور نے حج کیا، میں نے بھی اسی سال حج کیا، میری عمر اس وقت اکیس برس کی تھی، ابن ابی ذئب اور مالک بن انس خلیفہ کے

ساتھ تھے، عزوب کے قریب خلیفہ نے ابن ابی ذئب کو بلا کر اپنے پاس دار الندوہ پہ بٹھا کر پوچھا کہ تمھارا خیال حسن بن زید کی نسبت کیا ہے، جواب دیا، انه لیتحری العدل وہ انصاف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ سنکر منصور نے دو یا تین مرتبہ پوچھا میری نسبت کیا کہتے ہو؟ ابن ابی ذئب نے فرمایا، ورب هذه البنية انك لجائر، قسم ہے اس عمارت (کعبہ) کے رب کی تمھارے ظالم ہونے میں شک نہیں۔ ربیع حاجب نے یہ سنکر ان کی ڈاڑھی پکڑ لی، منصور نے بگڑ کر کہا، اے گندی عورت کے بیٹے چھوڑ دے، اس کے بعد تین سو اشرفی انعام کا حکم دیا۔

ابن ابی ذئب نے ایک بار منصور سے کہا،

امیر المومنین تمھاری رعایا تباہ ہو چکی، کاش تم ان کی مدد مال غنیمت سے کرتے۔

منصور، تم پر تباہی! اگر میں سرحدوں کی حفاظت نہ کرتا اور لشکر نہ بھیجتا تو تمھارے گھر میں خوب گوشت پکتا۔

ابن ابی ذئب، تم سے جو بہتر تھے انھوں نے سرحدوں کی حفاظت، لشکروں کا سرانجام، فتوح تم سے زیادہ کیں اور اسی کے ساتھ آدمیوں کو مالامال کیا۔

منصور۔ تم پر تباہی، وہ کون تھے؟،

ابن ابی ذئب۔ عمر بن خطاب۔

یہ سنکر منصور نے سر جھکا لیا، المسیب کے ہاتھ میں تلوار تھی، ابن ہشیم کے ہاتھ میں چوب، منصور اس طرف تو متوجہ نہ ہوا، محمد بن ابراہیم امام کی طرف دیکھکر کہا، هذا خير اهل الحجاز، یہ تمام اہل حجاز میں برگزیدہ ہیں۔

ابن ابی ذئب تمام شب خضوع و خشوع کے ساتھ عبادت میں مصروف رہتے، اگر ان سے یہ کہا جاتا کہ کل قیامت قائم ہو جائے گی تو ان کو کچھ کرنا نہ تھا۔ ایک روز روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ ایک مرتبہ شام میں زلزلہ آیا، ایک شامی نے

ان سے نذرانے کی بابت پوچھا، انھوں نے متوجہ ہو کر حدیث بیان کی، وہ سنتا رہا، جب ختم کر چکے تو کہنے لگا کھانا کھا لیجیے، (وہ دن افطار کا تھا) کہا آج ملتوی رکھو۔ اس کے بعد مرتے دم تک تمام عمر روزے رکھے افطار نہیں کیا۔ تنگ دست تھے، روٹی اور تیل غذا تھی، ایک قمیص تھی ایک طیلسان، اسی میں گرما و سرما کے موسم بسر ہوتے۔ وکان من رجال الناس صراحة وقولاً بالحق، سیف بیانی اور حق گوئی میں جوانمردوں میں سے تھے۔ حدیث کی سماعت بڑی عمر میں شروع کی، جن شیوخ سے اس تاخیر کی وجہ سے نہ مل سکے، ان کے نہ ملنے کا افسوس رہا۔

تمام حدیثیں حفظ تھیں۔ کسی کتاب میں لکھی ہوئی نہ تھیں۔

امام احمد بن حنبل نے ان کو حدیث میں ثقہ اور دینداری، تقویٰ اور حق گوئی میں امام مالک سے افضل کہا ہے، یہ بھی فرمایا ہے کہ ابن ابی ذئب منصور کے پاس گئے، حق کہنے میں ذرا بھی نہ ڈرے، صاف کہہ دیا الظلم فاش ببابك، تمہارے دروازہ پر ظلم پھیلا ہوا ہے۔

۱۵۹ھ میں وفات پائی، ۷۹ برس کی عمر تھی، جعفر بن سلیمان نے پہلی مرتبہ والی مدینہ ہونے پر ان کو سو دینار دیئے تھے، ان میں سے دس دینار کو ایک کُردی جبہ خریدا، ساری عمر وہی پہنا، ان کے بعد ان کے بیٹے نے تیس برس پہنا۔

خاکسار کہتا ہے کہ اسی فقیرانہ گدڑی میں سے حق کے شعلے نکلتے تھے، خوش خوراکی وخوش لباسی کے دلدادہ وہ شعلے کہاں سے پیدا کریں گے۔

۱۲۹

نعتِ پیغمبر - نعت کے مشہور عالم مقبول جہاں اشعار و نظمیں جمع کی گئی ہیں۔ لکھائی چھپائی کاغذ نہایت اعلیٰ قیمت ۴ر

میلاد ابن جوزی رح حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے متعلق یہ بہترین تصنیف ہے جس میں کمال انشاپردازی کے ساتھ تمام واقعات ماخذ صحیحہ و روایاتِ معتبرہ سے لے کر درج کیے ہیں۔ ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ کا علم و فضل و کمال تبحر اس کی بہترین ضمانت تھا اس پر مستزاد یہ ہے کہ اس رسالہ کا ترجمہ ایک ولی کامل اور عالم باعمل کے ارشاد سے عالی جناب مولانا شاہ محمد جان صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ فرقانیہ نے کیا ہے۔ ترجمہ اور متن عربی بالمقابل طبع کیے گئے ہیں تاکہ عربی داں اصحاب اصل تصنیف سے بہرہ اندوز ہو سکیں قیمت ۱۲ر

مولودِ ظہیری - حضور سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا مرقع اور نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بالتصریح تحقیق اور تخلیق عالم اور نور ظہور کی پوری کیفیت اور اللہ نور السمٰوات والارض کے مفصل معنی و معنی زجاجہ کی شرح تشریح و مسئلہ وجود و شہود کی مفصل تنقیح و جواز مولود کا مسئلہ و ترتیب مجلس کا ذکر و حال پیدائش کا مفصل تذکرہ و حال معراج جسمانی کے دلائل و معجزاتِ قرآنِ پاک نہایت خوبی سے درج کئے گئے ہیں۔ قیمت ۶ر

اسرارِ حق - مؤلفہ محمد الیاس برنی ایم اے ال بی (علیگ) حیدرآباد دکن۔ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، ارشاداتِ صدیقین و اکابردین رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان سب کا نہایت جامع اور مربوط انتخاب اور ان کے مقابل یورپ کے جدید سائنس و فلسفہ کی انتہائی تحقیقات کا لب لباب۔ خود بخود اسلام کی صداقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ جدید سائنس و فلسفہ کا اقرار نارسائی اور احساس ایمان بالغیب اسلام میں علم باطن، توحید اور اس کے مقامات، احدیت کی رفعت اور عبدیت کی نزاکت، نبوت اور ولایت کے مراتب، کشف و کرامات کی ماہیت اور دیگر معارف متعلقہ ایک ایک منظر میں۔ اسلام کی روحانی تعلیم کا عجب نشان دل نشین ہوتا ہے اور کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ والذی جاء بالصدق وصدق به اولئك هم المتقون ؕ لهم ما يشاؤن عند ربهم ذالك جزاء المحسنين ؕ جن علوم کو اللہ جل شانہٗ

صدق اور جن کے عالموں کو صادقین و صدیقین سے تعبیر فرماتا ہے اور جو اسلامی ادب میں بالعموم تصوف اور صوفی کہلاتے ہیں اُن کی تحقیق اور تصدیق ہیں بعض لحاظ سے یہ اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے قابل دید ہے حجم تقریباً ۴۰۰ صفحات جلد پاکیزہ۔ قیمت ۳ر

سلسلۂ منتخبات نظم اُردو

مرتبہ محمد الیاس برنی ایم اے، ایل ایل بی (علیگ) مروجہ غزلیات اردو کی کثرت سے عموماً یہ خیال پھیل گیا ہے کہ اُردو شاعری کی ساری کائنات محض حسن و عشق اور گل و بلبل کی داستان ہے۔ مگر تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اُردو میں بھی ہر رنگ کی بہتر بہتر نظمیں موجود ہیں۔ البتہ وہ اب تک غیر معروف رہیں چنانچہ موجودہ انتخاب سے اس کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ اگر جدید تعلیم یافتہ اصحاب اس سلسلہ انتخاب کو ملاحظہ کریں گے تو ثابت ہو گا کہ انگریزی کی جن نیچرل نظموں پر وہ ہزار جان سے فریفتہ ہیں انھیں کے ہم پلہ نظمیں خود اُن کی اُردو زبان میں موجود ہیں البتہ ابھی ان کی اس قدر کثرت نہیں ہے۔ اُمید ہے کہ اس انتخاب کو دیکھ کر تعلیم یافتہ اصحاب کے دل میں ضرور اُردو شاعری کی قدر و محبت پیدا ہو گی اور اُن کی قدردانی و توجہ سے اُردو شاعری کی ترقی کا ایک نیا دور شروع ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ اردو کی منتخب نظموں کو مضمون وار حسب ذیل تین حصوں میں ترتیب دیا گیا ہے:

(۱) **معارف ملت** ۔ حمد و نعت، مناجات اور اخلاقی و قومی نظموں کا گلدستہ۔

(۲) **جذبات فطرت** ۔ یہ مجموعہ غالب کی ایک لطیف انکشاف فطرت کی شرح ہے ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

(۳) **مناظر قدرت** ۔ اوقات، مقامات، مخلوقات اور واقعات کی تصاویر کا دلکش مرقع

ہر حصہ کی پہلی اور دوسری جلد یعنی پہلی تین جلدوں کا پہلا سٹ اور دوسری تین جلدوں کا بھی سٹ بالکل تیار ہے۔ اور تیسرا سٹ زیر ترتیب ہے۔ دوسرے سٹ کی کتب معارف میں بکثرت مراثی ہیں۔

قیمت فی جلد مجلد عہ   فی سٹ مجلد سے

ملنے کا پتہ:۔ مینیجر صاحب مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ

DATE	NO.	DATE	NO.